ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۸ | محرم الحرام ۱۴۳۱ھ / جنوری ۲۰۱۰ء | شمارہ : ۱

سیّد محمود میاں
مدیر اعلٰی

سیّد مسعود میاں
نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ۷۵ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ۲۵ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 042 - 36152120

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
ملفوظات شیخ الاسلامؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکویؒ	۱۵
نوائے وقت کی بے وقت راگنی اور مدنیؒ فارمولہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۷
حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ	۳۸
تربیتِ اَولاد	حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ	۴۰
راہبر کے رُوپ میں راہزن	حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری	۴۳
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۵
دینی مسائل		۵۸
اخبار الجامعہ		۶۰

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

رمضان المبارک کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز دِل کی تکلیف کی وجہ سے پی آئی سی کے سی سی یو میں داخل تھے آپریشن تھیٹر کے باہر کمرۂ انتظار میں نسبتاً اچھے صوفے بچھے ہوئے تھے ہماری رشتہ دار خواتین سمیت دیگر بہت سے رشتہ دار آپریشن تھیٹر کے باہر موجود تھے کچھ حضرات اور خواتین پردہ کی وجہ سے اِس کمرۂ اِنتظار کے صوفوں پر بیٹھے مریض کی حالت کے بارے اچھی خبر کے اِنتظار میں یاداللہ کررہے تھے۔

اللہ کے فضل سے مریض کامیاب آپریشن کے بعد سی سی یو میں منتقل ہوگئے اَور چار پانچ دِن کے بعد بخیریت گھر واپسی بھی ہوگئی۔ گھر آکر میری عزیزہ خاتون جو کہ مریض کی اہلیہ بھی ہیں سخت بخار کے ساتھ بیمار پڑگئیں اُن کے لیے بھی خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑی، بیماری کی نوعیت اَور وجہ کے متعلق پتہ چلا کہ پی آئی سی کے موٹے موٹے صوفوں کے پلے پلائے کھٹملوں نے کاٹ کاٹ کر بیچاری تیمادار اَور دیگر پرسانِ احوال کی ایسی درگت بنائی کہ کئی دِن اُن کو سنبھلنے میں لگ گئے۔

یہ تین ماہ باسی واقعہ اِس لیے یاد آگیا کہ ابھی ابھی نوائے وقت اَخبار میں ایک خبر نظر سے گزری کہ

''ملتان کے نشتر ہسپتال کے آئی سی یو میں ڈیوٹی ڈاکٹر شکیل کو وہاں کے چوہے نے کاٹ لیا اَور آئی سی یو کے اَندر ہی رُوپوش بھی ہوگیا۔''

مجھے تو اِس خبر سے پہلے کی طرح دُکھ ہوا مگر کھٹملوں کے شکار بہت سے لواحقین کی تکلیف یہ خبر پڑھ کر ہلکی ہوگئی ہوگی کہ چلو جس مصیبت کے ہم شکار ہوئے ڈاکٹر بھی اُس کا شکار ہوگئے۔

دیگر ہسپتالوں کا حال اِس سے بھی بدتر ہے بلکہ جتنا بڑا ہسپتال ہوتا ہے ہمارے یہاں اُتنا ہی اُس کا گراف گِرا ہوا ہوتا ہے حالانکہ سب سے اُونچے گراف کے ڈاکٹر یہاں مقرر کیے جاتے ہیں، چار پانچ برس پہلے میں میو ہسپتال کے آئی سی یو میں آوارہ بلیوں کی بے تکلف آمد و رفت کا مشاہدہ بچشمِ خود کر چکا ہوں ایک دفعہ کو یوں لگا کہ جیسے قصاب کی دُکان کا پچھواڑا ہے موقع پر موجود ڈاکٹر اَور نرسوں کے روّیہ سے بلیوں کے خلاف کسی بھی درجہ کی ناپسندیدگی یا پشیمانی ظاہر نہیں ہو رہی تھی اَور جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ اُس وقت کے مشہور ڈاکٹر جو کہ ایم ایس بھی تھے آئی سی یو میں بنفسِ نفیس تشریف لائے ہوئے تھے۔

مشاہدہ ہے کہ پاک سرزمین کے باسیوں کو حسنِ کارکردگی سے بیر ہے اپنے اپنے میدانوں کے ماہر ہونے کے باوجود کارگزاری بالکل منفی ہے۔

جبکہ دُوسری طرف یہ حال ہے کہ دینی اِداروں کے خلاف بے بنیاد اِلزامات لگا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ اِن میں اصلاحات کر کے قومی دھارے میں شامل کرنا چاہیے حالانکہ دینی اِداروں کو چلانے والے ماہرین اپنے تعلیمی اِداروں کو چلانے میں سو فیصد کامیاب ہیں وسائل کی کمی بلکہ فقدان کے باوجود بہتر سے بہتر کارگزاری کی مثالیں کھلی آنکھوں سے ملک بھر میں مشاہدہ کی جا سکتی ہیں۔

چند ماہ پہلے کی بات ہے جامعہ مدنیہ جدید میں ایجنسیوں کے اہلکار آئے ہوئے تھے اُس وقت موجود اَساتذہ سے کسی معاملہ میں تحریر مانگی جب وہ تحریر دینے لگے تو بولے کہ یہ (پرائی زبان) انگریزی میں ہونی چاہیے۔ جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل ایک مدرس نے اُسی وقت انگریزی تحریر لکھ کر اُس کے ہاتھ میں تھمادی تو کچھ دیر اُس کو گھور کر دیکھا اور معاملہ کی اہمیت اَور اپنی اَوقات کے واضح ہوتے ہی ذمہ دار اہلکار نے خفت مٹاتے ہوئے اُن سے درخواست کی کہ جناب مجھے ذرا اِس کا ترجمہ سنا دیں۔

کسی نے سچ کہا کہ ''کوّا چلا ہنس کی چال اپنی سے بھی گیا''

مگر ہم مسلمانوں کو یوں کہنا چاہیے کہ ''ہنس چلا کوّے کی چال اپنی سے بھی گیا'' جس کا نتیجہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے اور نہ جانے کب تک بھگتی رہے گی۔

؎ اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہونا تو یہ چاہیے کہ علماءِ کرام کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے دیگر قومی اِداروں کی ذمہ داریاں بھی اُن کے سپرد کر کے بہتر نتائج کے ساتھ ساتھ کثیر قومی سرمایہ کو بھی بچایا جاتا مگر چوری اَور سینہ زوری کے مصداق پورے ملک کو نااہلوں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اپنی نالائقیوں کی وجہ سے قومی اِداروں کو تباہ کرنے والے مدارس کی فکر کے بجائے پہلے اپنی خامیاں دُور کرنے کی فکر کریں۔ اسکولوں اَور کالجوں کے انتظام اَور معیارِ تعلیم کو بہتر کر کے عصری علوم کا حصول دینی مدارس کی طرح ہر خاص وعام کے لیے سہل بلکہ مفت کر کے دکھائیں اَور فی الوقت درماندہ اَور بدحال رعیّت کو خوش حالی میں بدل دیں تاکہ دُنیا و آخرت میں سُرخرو ہو سکیں۔

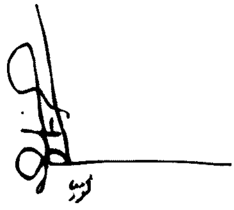

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — **درس حدیث** — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرتِ اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اِسلام نے دواء کا استعمال واجب نہیں کیا بس ترغیب دی ہے

شفاء اللہ تعالیٰ کے اِرادہ پر موقوف ہے دواء پر نہیں

صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں آپریشن ہوتا تھا۔ قبر پر سے گھاس یا پودانہ اُکھاڑا جائے

حنفی مسلک میں پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے

پہلا درجہ پاکی پھر صفائی۔ میلے کپڑے تسبیح نہیں کرتے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 60 سائیڈ B 1986 - 08 - 08)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک طبیب تھے اُنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے ایک دَوا تیار کرنی ہے اُس میں مینڈک ڈالنا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کو مارنے سے منع کر دیا[۱] تو منع کرنے کی وجہ کیا ہے؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ کھانے والا جانور نہیں ہے جسے کھایا جاتا ہو حلال نہیں ہے اگر اُسے مار کر کسی دَوا میں شامل کریں گے وہ کھائیں گے تو حلال چیز کھانی نہ ہوئی۔ اُس دَور میں بھی اَور بعد کے دَور میں گویا جب صحابۂ کرامؓ کو جن لوگوں نے پایا ہے شاگردی کی ہے اُن میں ایسا مسلک بھی ملتا ہے کہ سمندر

---

[۱] مشکوۃ شریف ص ۳۸۹

کی جو چیز بھی ہے وہ کھائی جاسکتی ہے اَور ایسے بھی صراحۃً بعض حضرات سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں لَوْ اَنَّ اَھْلِی اَکَلُوا الضَّفَادِعَ لَاَطْعَمْتُھُمْ [1] اگر میرے گھر والے مینڈک کھائیں تو میں اُنہیں کھلاؤں گا۔

یہ نہیں معلوم چین والے کیا کرتے ہیں کھاتے ہیں یا نہیں کھاتے البتہ وہ بہت چیزیں کھاجاتے ہیں۔ کچھ بدھ مذہب والے بھی اَور کچھ لامذہب ہیں وہ سانپ بھی کھالیتے ہیں اَور چیزیں بھی پکالیتے ہیں قبائل والے خصوصًا (امریکہ اَور دیگر کفار قبائل)۔

کہیں پوجا پاٹ کہیں پکا کر کھا جانا :

کہیں تو سانپ کی تعظیم کی جاتی ہے اِتنی کہ اُسے مندروں میں رکھتے ہیں اَور عبادت میں بھی شامل کرلیتے ہیں پوجا پاٹ بھی اُس کی کرلیتے ہیں اَور کہیں یہ حال ہے کہ اُس کو کھاجاتے ہیں۔

کمانڈوز کی تربیت :

تو ویسے جتنے یہ گوریلے (کمانڈوز) ہوتے ہیں اِن کو جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت کرائی جاتی ہے کہ اگر تمہیں جنگل میں رہنا پڑے تو یہ بوٹی ایسی ہے جو ہر جگہ مل جائے گی وہ کھالیا کرو درختوں کی شناخت ہوتی ہے کہ یہ ہے درخت اِس کے کھالیا کرو پتے وغیرہ اُس میں ایسے درخت بھی ہیں جو جراثیم کُش ہیں جراثیم پیدا نہیں کرتے بلکہ جراثیم کُش ہیں جیسے یہ سفیدہ وغیرہ ہوتا ہے یہ جراثیم کُش ہے نزلہ زکام انفلوئنزہ وغیرہ میں بہت مفید ہے مکھیوں مچھروں کو کم کرتا ہے اِس کی ہوا سے ہی فرق پڑجاتا ہے اَور خوشبودار چیز ہے۔ تو اِسی طرح سوہاجنہ اَور کیا اَور کیا، یہ چیزیں سب بتائی جاتی ہیں تو گھاس بتادی گئی جڑی بوٹیاں، پودے بتادیے گئے درخت بتادیے گئے، چڑھنا اُترنا چُھپنا یہ سکھادیا گیا، ساتھ ہی ساتھ اُنہیں جانوروں کی بھی پہچان اَور چیزیں بھی بتائی جاتی ہیں کہ سانپ کا یہ حصّہ کاٹ دیں زہر والا اَور بالکل پیچھے والا حصہ کاٹ لیں کیونکہ اُس میں اُس کی آنتیں وغیرہ ہیں تو بیچ کا حصہ جو ہوتا ہے اِس میں زہر نہیں ہوتا یہ پکا کر کھاسکتے ہیں تو یہ ہمارے یہاں بھی ہے یہاں یعنی پاکستان میں بھی جو تربیت دی جاتی ہوگی گوریلوں کو اُن میں یہ سمجھایا جاتا ہے۔

ایک گوریلا تھا یہاں جب بھٹو کے زمانہ میں بلوچستان پر اُنہوں نے (جنرل) ٹکّے خان کو لگایا تھا اَور یہ لڑائی ایک طرح جاری تھی جب قومی اتحاد کی تحریک چل پڑی اُس کے بعد لیکن اُس سے پہلے ہی پہلے وہ

---

[1] بخاری شریف ج ۲ ص ۸۲۶

وہ (گوریلہ) رہا تھا گوریلوں میں اَور ٹریننگ تھی اُس کو، اَور گوریلے بھیجتے تھے۔ وہ اتفاق سے یہاں آیا کچھ تذکرہ آگیا درختوں میں سوہانجنے کا اَور دُوسرے درختوں کا تو اُس نے یہ بات مجھے بتائی کہ ایسے ہوتا ہے اِس میں۔ پھر وہ گیا ہے وہاں اَور شہید ہوگیا وہ کوئی دُوسرا گوریلا تھا جو جارہا تھا اُس کو ماردیا تو اُس کی لاش لانے کے لیے اِن کو مقرر کیا گیا تو اُن میں وہ ختم ہوگیا۔

تو مینڈک جو ہے وہ کھایا جاسکتا ہے اَور یہ پرانا دستور چلا آرہا ہے مینڈک کھانے کا اَور اہلِ اسلام میں بھی ایسے بڑے بڑے حضرات ہیں جن کا مسلک تو نہیں چلا باقاعدہ مرتب تو نہیں ہونے پایا قدرتی طور پر لیکن وہ کہتے ہیں لَوْ اَنَّ اَهْلِی اَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَاَطْعَمْتُهُمْ میرے گھر والے اگر چاہیں کہ وہ مینڈک کھائیں تو میں اُنہیں کھلاؤں منگا کے دُوں گا۔

مینڈک کی دو قسمیں :

مینڈک کی دو قسمیں ذرا ہو جاتی ہیں ایک وہ جو بالکل پانی ہی میں رہتا ہے اَور ایک جو پانی کی جگہ رہتا ہے نمی کی جگہ خشکی والا مینڈک بَرّی، اُن کی مراد بَرّی نہیں بحری ہے۔ تو یہاں رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے اِس سے جو منع کیا ہے اَور حنفی مسلک ہمارا وہ بھی یہی ہے کہ یہ کھانا ہی جائز اَور درُست نہیں۔

حنفی مسلک میں صرف مچھلی حلال ہے :

جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں سمندر میں اُن میں سے ہمارے نزدیک تو مچھلی ہے جو جائز ہے اَور باقی سمندری چیزیں جائز نہیں ہیں، مچھلی میں بھی ایک آدھ قسم ایسی ہے کہ جس میں اختلاف ہے کہ وہ کھائی جائے یا نہ کھائی جائے۔ ایک مچھلی ہوتی ہے جو سانپ کی شکل کی ہوتی ہے ''مُر ماہی'' یعنی مار ماہی ''مار'' سانپ کو کہتے ہیں فارسی میں اَور ''ماہی'' مچھلی کو کہتے ہیں سانپ نُما مچھلی سمجھ لیجیے اُس کو عرب والوں نے مُر ماہی کرلیا مار کی بجائے مُر کرلیا، تخفیف کردی اُس میں اَور مُعَرَّب کرلیا اِس کو، یعنی عربی میں لے کر استعمال اِس کا شروع کردیا۔ تو وہ مُر ماہی ہے اَور جھینگا مچھلی ہے جھینگا مچھلی کو منع کرتے ہیں حنفی حضرات کہ وہ نہ کھائیں لیکن بنگالی حنفی ہوتے ہیں اَور کھاتے ہیں کیونکہ وہ مزیدار زیادہ ہوتی ہے وہ نہیں چھوڑتے۔

صحابہؓ کے زمانے میں آپریشن ہوتا تھا :

تو یہاں جو آتا ہے کہ ایک طبیب آئے تھے رسول اللہ ﷺ کے پاس، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیب ہوا کرتے تھے اَور طبیب بھی ہوتے تھے اَور آپریشن کرنے والے بھی ہوتے تھے اَور اُس زمانے میں آنکھ کا آپریشن بھی ہوا کرتا تھا چنانچہ طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ حضرتِ عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طبیب نے کہا ڈاکٹر نے کہا کہ میں آپ کی آنکھ کا آپریشن کیے دیتا ہوں، معلوم ہوتا ہے یہ موتیا کی شکایت تھی اُنہوں نے اُسے نہیں منظور فرمایا اِسی طرح رہے کہ نمازیں قضاء ہوں گی وغیرہ وغیرہ پھر بھی یہ تو نہیں ہوتا کہ ہر آپریشن کے بعد ٹھیک ہی ہوجائے آنکھ ضرور، ہوسکتا ہے نہ ہو ٹھیک تو اُنہوں نے اِسے منظور نہیں کیا لیکن اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپریشن کا تھا طریقہ، آلات تھے کیا کرتے تھے ویسے اعضاء کا کاٹنا بھی آیا ہے کہ وہ کاٹ دیتے تھے اَور یہاں جسم کا لفظ گزر چکا ہے اَور اِکْتَوٰی کَیٌّ کہ اُس کو داغ دیتے تھے تاکہ خون نہ بہنے پائے رُک جائے مگر اب ترقی کرتے کرتے بہت آگے پہنچ گئے ہیں۔ یہاں یہ آیا طبیب کا لفظ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی آتے رہے ہیں ملاقات بھی ہوتی رہی ہے اَور سوالات بھی کرتے رہے ہیں۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح اَور تقدیس کرتی ہے :

تو ایسی دَوا کہ جس کے اَندر مینڈک کا استعمال ہو اُس کو منع فرما دیا کہ وہ نہ کھائیں دُوسرے حضرات جو مینڈک کو حرام تو نہیں سمجھتے وہ دُوسری وجہ اِس کی نکالتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ ایسی مخلوق ہے جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے پاکی بیان کرتی ہے یہ جب بولتا ہے تو خدا کی تقدیس تسبیح اپنی زبان میں اپنے اَنداز میں کرتا ہے اَور ہر چیز یعنی ذرّات جو ہیں یہ دَری ہے اِس کے ذرّے ہیں بہت بڑے بڑے اِس کے دھاگے ہیں یہ دھاگے تو بنے ہیں چھوٹے چھوٹے سے وہ جو ذرّات ہیں وہ خدا کو پہچانتے ہیں اَور تسبیح کرتے ہیں مٹی کے ذرّات ساری زمین رُوئے زمین پر پانی ہے پانی کے قطرات ہیں یہ سب اپنے خالق کو جانتے ہیں اَور تسبیح کرتے ہیں گناہ کا کام اِن سے کوئی ہوتا ہی نہیں کیونکہ خود حرکت ہی نہیں کرتے مکلّف یہ نہیں ہیں۔

میلے کپڑے تسبیح نہیں کرتے :

کپڑے کے بارے میں بھی آیا ہے کہ کپڑا بھی تسبیح کرتا ہے مگر یہ آیا ہے کہ جب کپڑا میلا ہو جائے تو پھر تسبیح نہیں کرتا چاہے وہ پاک ہو تو گویا اِسلام نے میلا نہ رہنا بھی سکھایا ہے کہ میلے مت رہو صاف رہو، پاکی الگ اَور صفائی اُس کے اُوپر مزید، پہلا درجہ پاکی کا دُوسرا درجہ صفائی کا ستھرائی کا ، یہ آداب اَور یہ طریقے اِسلام کے علاوہ کسی بھی جگہ نہیں ہیں نہ اخلاقاً سکھائے جاتے ہیں نہ مذہبًا معلوم ہیں لوگوں کو۔

بہتا پانی تسبیح کرتا ہے :

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی چیزیں بتائی ہیں ایسی جو تسبیح کرتی ہیں اُن میں ماءِ جاری بھی ہے پانی اگر ٹھہرا ہوا ہو وہ نہیں کرتا تسبیح لیکن جاری ہو چلتا ہو وہ تسبیح کرتا ہے، اِسی طرح درخت ہیں ہَرے ہوں تسبیح کرتے ہیں سُوکھ جائیں تو تسبیح رُک جاتی ہے، اِسی طرح عورت کے بارے میں بھی نفاس وغیرہ کی حالت میں اُس کے بدن کے جو اَجزاء ہیں اُن کی تسبیح رُکتی ہے، اِسی طرح جانور بھی بتائے گئے ہیں گدھے کے بارے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اِس کے اَجزاء جو ہیں وہ تسبیح نہیں کرتے۔ یہ بدن ہے اِتنا بڑا بدن ہوتا ہے پانچ فٹ چھ فٹ کا اِنسان کا تو یہ کتنے اجزاء سے مرکب ہے کروڑوں ہوں گے اُن سے ایک اِنسان بنتا ہے تو وہ سب اَجزاء اُس کے تسبیح کرتے ہیں چاہے وہ کافر ہی ہو خود مگر اُس کے بدن کے جو جز ہیں وہ تو خدا کو جانتے ہیں۔ آگ بھی خدا کو مانتی ہے جہنم بھی خدا کو مانتی ہے اَور شیطان بھی خدا کو مانتے ہیں اَور خدا کی وحدانیت پر ایمان بھی رکھتا ہے شیطان، اِتنا ایمان اُس کا بھی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کے لیے حدیث شریف میں جو چیزیں آئی ہیں وہ میں نے آپ کو مثلاً بتلائی ہیں کُتے کے بارے میں بھی آیا ہے کہ اُس کے اجزا بھی نہیں تسبیح کرتے۔ اِسی واسطے وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گدھا گزر جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی کُتا گزر جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی اَور ایک حدیث میں آتا ہے عورت گزر جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ روایت نقل کی ، وہ تو خفا ہوئیں، کہا یہ بات ٹھیک نہیں ہے میں لیٹی ہوتی تھی رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے ہوتے تھے اَور میں پاؤں پھیلاتی تھی چراغ اُس زمانے میں گھروں میں نہیں ہوتے تھے، جگہ تنگ تھی تو پاؤں میں پھیلا لیتی تھی سوتی رہتی تھی ہلکی نیند ہوگی ، نہ زیادہ کھانا تھا نہ زیادہ گہری نیند تھی کم کھانا تھا

اَور ہلکی نیند تھی تو رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے تو اشارہ کردیتے تھے تو یہ پاؤں سُکیڑ لیتی تھیں فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ. وہ کہتی ہیں میں آگے ہوتی تھی اَور نماز پڑھتے تھے اگر عورت کے آگے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو مجھے کیوں نہیں منع فرمایا آپ نے کہ یہاں پاؤں نہ رکھو اَور ہٹ جاؤ اَور ایسے لیٹو ایسے کی بجائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے بارے میں مجھے تردُّد ہے اِس واسطے کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کہی ہے اَور گدھے کے بارے میں یہ ہے کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے حضرتِ عبداللہ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں میں آیا اَور گدھی پر سوار تھا میں گدھی سے اُترا اَور نیت باندھ لی اَور گدھی چرتی رہی آگے نمازیوں کے کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا تو اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں ٹوٹتی۔

اَور تیسری چیز جو تھی کُتّا وہ فرماتے ہیں کہ کُتّے کے بارے میں آتا ہے کہ جو اَسود ہو اَلْکَلْبُ الْاَسْوَدُ جو سیاہ رنگ کا کُتّا ہو وہ حدیث میں آتا ہے کہ شیطان ہے تو وہ اگر نماز کے آگے سے گزر جائے گا تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لَا اَشُکُّ پھر مجھے شک نہیں ہے نماز ٹوٹ جائے گی دوہرانی چاہیے نماز، تو کالا کُتّا اگر گزر جائے اُس میں اُن کی پکی رائے ہے کہ چونکہ اُس کے بارے میں آگیا ہے کہ اَلْکَلْبُ الْاَسْوَدُ شَیْطَانٌ لٰہٰذا یہ ہے کہ وہ آگے سے اگر گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے ہمارے مسلک میں یعنی حنفی حضرات کے یہاں تو نہیں ٹوٹتی کسی بھی چیز سے۔اَور اگر نمازی کے آگے کوئی چیز رکھی ہوئی ہے اَور وہاں آگے سے گزر رہا ہے تو پھر کسی کے بھی نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔یہ تو وہ صورت ہے کہ نمازی کے آگے کوئی چیز نہیں ہے اَور وہ گزر رہا ہے لیکن اگر کوئی چیز نمازی کے آگے اِتنی سی ہے جو ایک ہاتھ کے برابر ہو اُونچی اَور ایک اُنگلی کے برابر ہو موٹی تو بس وہ کافی ہے یعنی ڈیڑھ فٹ لمبی ہو وہ گاڑھ لے نمازی اپنے آگے جنگل (یا کھلے میدان) میں پھر آگے سے کوئی بھی چیز گزرے کوئی حرج نہیں۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جو چیزیں بتائیں وہ یہ ہیں اَور قرآنِ پاک کی یہ سب تفسیر ہے کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو جو بھی چیز ہے وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ تو کوئی چیز ایسی نہ رہی کہ جو خدا کو نہ پہچانتی ہو اَور اُس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔درخت کے بارے میں جیسے آپ لوگ سن چکے ہیں کہ رسول اللہ

علیہ وسلم نے دو قبریں دیکھیں جن کے لوگوں کو عذاب ہو رہا تھا تو اُن پر وہ درخت کی چھڑی لگادی جو سبز تھی اَور یہ فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں تو اِن کے اُوپر سے عذاب شاید ہٹ جائے۔ نبی کے یا خدا کے کلام میں ''شاید'' کا مطلب شاید نہیں ہوتا بلکہ یقینی ہوتا ہے تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک وہ ہری ہیں اُس وقت تک عذاب ہٹ جائے گا۔

قبر پر سے گھاس نہ اُکھاڑی جائے :

تو قبر پر گھاس اگر اُگی ہوئی ہو تو حنفی حضرات کا ہمارا مسلک یہ ہے کہ وہ گھاس نہ اُکھاڑے قبر کے اُوپر سے کیونکہ وہ تر گھاس ہے اَور تسبیح کرتی ہے پودا لگا دیا جائے قبر پر وہ بھی ٹھیک ہے وہ بھی تسبیح کرے گا ہاں یہ جو پھول ڈال دیتے ہیں یہ پھول ڈالنا جو ہے یہ شاید اگر تعظیمًا ہے تو پھر تو بے ثبوت اَور اگر اِس نیت سے ہے کہ جب تک یہ ہرے ہیں یہ بھی تسبیح کریں گے جب تک اِن میں جان ہے یہ تسبیح کریں گے یا یہ پاک جگہ ہے صاف جگہ ہے یہاں پاک صاف رکھی جائے چیز خوشبو والی چیز رکھی جائے اِس لیے کوئی رکھتا ہے تو بھی جواز ہو جائے گا ورنہ تو یہ سمجھئے دُنیا کا رواج ہے، یہ نہیں معلوم یہ چلا کہاں سے ہے یہ ماقبل تاریخ سے ہے یا پھر اِسلام سے لیا گیا ہے، اِسلام سے اگر لیا گیا ہے تو اِس کی اَصل (یا توجیہہ) یہ ہے کہ اَصل چیز تو یہ ہے کہ قبر پر کوئی پودا ہو یا گھاس ہو اُس گھاس کو اُکھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ اِس سے صاحبِ قبر کو نفع پہنچ رہا ہے وہ نہیں اُکھاڑی جانی چاہیے کاٹی جاسکتی ہے چھانٹی جاسکتی ہے لیکن اُکھاڑنی نہیں چاہیے اُس سے لے کر پھولوں پر آگئے۔ اَب پھول جو ہیں وہ ایسے ہو گئے ہیں کہ بُت پر بھی چڑھائے جاتے ہیں اَور اگر کوئی مر چکا ہے جل چکا ہے اُس کی راکھ رَکھی ہے کہیں جیسے گاندھی کی اُس پر بھی چڑھائے جاتے ہیں۔

مُلکی ذمہ داروں کا حال :

یہ ''عزیز احمد'' جو تھے یہ گئے وہاں پھول بھی چڑھائے اَور گاندھی کے لیے فاتحہ بھی پڑھ دی اِنہوں نے کیونکہ اِنہیں یہ ہی نہیں پتا ہے، ہیں تو بہت بڑے دعویدار اِسلام کے مگر بالکل مسائل سے ناواقف، نام جانتے ہیں اِسلام کا اَور بس۔ اِسلام میں نماز زکوۃ روزہ حج بس اِن تین چار چیزوں کو سمجھتے ہیں کہ کُل اِسلام یہی ہے اَور اِس کے سوا جو اَور مسائل ہیں جو زندگی کے ہر ہر جز میں داخل ہوا ہوا ہے اِسلام اُس کی اُنہیں خبر ہی نہیں پڑھا ہی نہیں اُنہوں نے دین وہ اِن چیزوں کو سمجھتے ہیں اَور اِس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے تو مسائل کا

اُنہیں پتا ہی نہیں۔

یہاں ایک بار سر فروز خان نون تقریر کر رہے تھے اُنہوں نے کہا پڑھو دُرود شریف لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو پڑھوا رہے ہیں دُرود شریف اَور پڑھ رہے ہیں کلمہ اَور کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھتے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا اللّٰہُ کے بجائے اِلّیٰ کہتے ہیں تو غلط ہوجاتا ہے کلمہ، یہ تبلیغ والے کلمہ سنا سنا کے صحیح کراتے ہیں پہلے اپنا سناتے ہیں پھر دُوسرے کا سنتے ہیں آرام آرام سے صحیح کرتے پھرتے ہیں، یہ بچارے کلمہ صحیح کراتے ہیں نمازیں سکھاتے ہیں تو مسلمانوں کی حالت جو اَب ہے وہ یہ ہے کہ بہت کم چیزیں اُنہیں دین کی آتی ہیں باقی دین کے احکام جو زندگی بھر کے لیے ہیں گھر جاؤ تو کیسے باہر آؤ تو کیسے گھر میں جاؤ تو سلام کرو وغیرہ وغیرہ ایک چیز تو نہیں ہے وہ تو ساری زندگی کو دن اِور رات کو محیط ہے آداب ہیں اُس میں اَحکام ہیں اُس میں تمام چیزیں آتی ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے جو مینڈک سے منع فرمایا ہے تو اِس کی وجہیں دو ہوگئیں: ایک وہ جو ہمارے نزدیک ہے کہ ناپاک ہے دُوسری وہ جو کہتے ہیں کہ حلال نہیں ہے ناپاک ہو یا نہ ہو حلال نہیں ہے اَور یہ بھی ہے کہ وہ تسبیح کرنے والی مخلوق ہے اَور ایسی مخلوق جو تسبیح کرتی ہو اُس کو نہ مارو، گویا یہ بتلایا گیا ہمارے نزدیک اِسے دَوا میں نہیں ڈالا جاسکتا کیونکہ یہ نقصان دہ ہے یا اِس کی مضرت ہے یا یہ کہ یہ کھانا دُرست نہیں ہے۔

قلبِ ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے :

تو ایسی چیزیں جو جانوروں کے اجزاء ہیں جیسے ''پِتّہ'' وغیرہ بہت سی دواؤں میں اس کا استعمال آتا ہے، تو اِس کا طریقہ یہ ہے کہ اُسے جلا لیا جائے اَور جلا کر اُس کی راکھ استعمال کی جائے جلنے کے بعد پھر یہ ہے کہ ختم ہوگیا وہ حکم کیونکہ وہ بات ہی نہیں رہی وہ ماہیت ہی نہیں رہی قلبِ ماہیت ہوگیا ختم ہوگئی وہ چیز اَب راکھ رہ گئی، اِس کی مثال تو ایسے ہیں جیسے آپ اُپلے جلاتے ہیں جب اُپلے جل جاتے ہیں تو راکھ ہوگئی راکھ ہونے کے بعد پھر اُن میں نہ بدبو رہتی ہے نہ کچھ رہتا ہے نہ ناپاکی رہتی ہے اَور راکھ اُڑ بھی جائے اَور وہ ہنڈیا میں گر بھی جائے ہوا سے تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہنڈیا ناپاک ہوگئی کیونکہ وہ جل چکی ہے اَب وہ گوبر نہیں ہے بلکہ راکھ ہے، تو جب کوئی بھی چیز جلادی جائے تو اُس کے بعد اُس کا حکم پھر ناپاکی کا نہیں رہتا ناپاکی ختم ہو گئی اُس سے۔

تو اگر پتہ وغیرہ کسی جگہ استعمال میں آتا ہے دواؤں میں بعض جگہ خصوصًا سینے کی بیماریوں کو خرگوش کا پتہ بڑا مفید ہے اُس کو کہتے ہیں کہ مٹی کے برتن میں رکھ کر جلا لیا جائے آگ پر رکھ دیں اور وہ جل جائے بالکل تو پھر استعمال کر لیں لیکن پھوڑ دیتے ہیں اُس کو کیونکہ وہ اُس میں بند ہوتا ہے وہ پکے گا تو پھٹے گا پھٹے گا چھینٹیں آئیں گی تو اُس کو پہلے ہی پھوڑ لیتے ہیں کیونکہ ہے ہی جلانا جب بالکل راکھ ہوجائے تو پھر اُس میں شہد ملا کر استعمال کرتے ہیں یہ پھیپڑوں کے لیے دَمہ کے لیے نہایت مفید چیز شمار کی گئی ہے۔

دوا کا استعمال واجب نہیں کیا بس ترغیب دی ہے :

اَطباء کا آنا رسول اللہ ﷺ کے پاس ثابت ہے اَور دَوا کی ترغیب بھی رسول اللہ ﷺ نے دی ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں ہے کہ جو اللہ نے بنادی ہو بیماری، اَور علاج اُس کا نہ رکھا ہو، علاج بھی رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے، اِس لیے دَوا کیا کرو مگر واجب نہیں کی دَوا، اگر کوئی بیمار ہے اَور دَوا نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں یعنی شریعت کی طرف سے اُس سے باز پرس ہو کہ تو نے دَوا کیوں نہیں کی، یہ نہیں ہے۔

دوا صرف سبب ہے شفاء اللہ دیتا ہے :

کیونکہ دَوا تو شفا نہیں دے گی دَوا تو ایک سبب ہے شفاء کا بس، کبھی ایسے ہوتا ہے کہ دَوا ہوتی ہے اَور شفاء نہیں ہوتی تو شفاء دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، دَوا جو ہے من جملہ اسباب کے ایک سبب ہے کسی درجہ میں سمجھتے ہوئے سنت سمجھتے ہوئے کی جاسکتی ہے دَوا اَور اُس کا حکم فرمایا کہ کرو واجب نہیں کیا کہ ضرور کرو دَوا۔ یہ اعتقاد بھی نہیں ہوتا کسی مسلمان کا کہ دَوا ہوگی تو فائدہ ضرور ہوجائے گا اَور دِن رات کے مشاہدے بھی بتاتے ہیں کہ دَوا بھی ہوتی ہے اَور فائدہ نہیں ہوتا اَور دَوا بھی نہیں ہوتی اَور فائدہ ہوجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شفاء دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے مگر ایسا نہ ہو کہ مسلمان پھر دَوا ہی چھوڑ دیں کرنی اگر ایسے کریں گے تو گویا ترکِ اسباب کیا اَور ترکِ اسباب نہیں سکھایا شریعت نے اِس لیے فرمادیا کہ دَوا کرتے رہو۔

اَور میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اِدھر اُدھر سے لوگ آیا کرتے تھے اَور وہ دَوائیں بتایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو اَور اُن کا ذکر گھر میں ہوتا تو مجھے اِس لیے دَوائیں بہت آتی ہیں جنگل کی بوٹیاں اَور اُن کی تاثیرات۔ (باقی صفحہ ۵۷)

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ اگر ''عصمت'' معاصی اور غلطیوں سے تحفظ کی ذمہ دار ہوسکتی ہے تو قادرِ مطلق علام الغیوب کا یہ اِرشادِ قطعی اپنی کفالت کا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً الایة کیوں نہیں! ذمہ دار ہوگا، کیا اِس خبر میں شک کرنا درست ہوسکتا ہے، کیا اِس میں تأمل کرنا کفر نہیں ہے، تو یہ حضرات کیوں نہ معیارِ حق ہوں گے۔

☆ اگر عصمت (جس کا صریح اشارہ کسی قطعی نص میں نہیں ہے اِشارات اور دلالت ہی سے اخذ کیا گیا ہے) قابلِ اعتماد ہے تو خبر خداوندی دَخُوْلُ وَ خُلُوْدُ فِی الْجَنَّۃِ کی جو یقینی اور قطعی ہے، کیوں نہیں قابلِ اعتماد ہے؟ کیا اِس میں شک کرنا درست ہوگا، اور کیا خُلُوْدُ فِی الْجَنَّۃِ کسی عاصی اور نافرمان کے لیے ہوسکتا ہے، سابقین اوّلین صحابہ کے لیے فرمایا جاتا ہے وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ جناب رسول اللہ ﷺ عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بشارت دخول جنت اور خلود کی عطا فرماتے ہیں کیا اِس کی تغلیط ہوسکتی ہے، پھر کیا یہ حضرات معیارِ حق نہ ہوں گے۔ اور اگر عصمتِ مفہومہ انبیاء علیہم السلام کے لیے موجبِ معیارِ حقانیت ہوسکتی ہے تو وہ شہادت خداوندی دربارہ صحابہ کرام جس کی تصریح تورات، انجیل، قرآن میں فرمائی گئی ہو کیوں نہ معیارِ حقانیت قرار دی جائے، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ .... ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَ مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ . (الایة)

○ اگر عصمت کی وجہ سے اصحابِ عصمت معاصی سے محفوظ ہوسکتے ہیں تو خبر قطعی '' یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا '' کیوں باعثِ تحفظ نہیں ہوسکتی۔ خلاصہ یہ کہ متعدد آیاتِ قرآنیہ قطعیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے لیے عدمِ صدورِ معاصی اور اُن کے تحفظ عن المعاصی کی دلائلِ قطعیہ ہیں، معیارِ حق ہونے کے لیے یہی اصل الاصول ہے یعنی یہ علمِ یقینی کہ وہ شخص وقوع اور صدورِ معاصی سے محفوظ ہو خواہ عصمت کی وجہ سے یا ثبوتِ رضائے خداوندی کی وجہ سے یا ثبوت خُلُوْدُ فِی الْجَنَّةِ کی وجہ سے یا ثبوتِ اِجْتِبَاءٌ یا تکفُّل خداوندی بِالْمُحَافَظَةِ عَنْ اَسْبَابِ الْمَعَاصِیْ وغیرہ کی وجہ سے۔ اِس کے لیے عدمِ امکانِ عقلی ضروری نہیں فقط عدمِ امکانِ وقوعی خواہ بالذات ہو یا بالغیر کافی ہے جو کہ صحابہ کرامؓ کے لیے حسبِ آیاتِ مذکورہ یقینی ہے۔

☆ رہا یہ شبہہ کہ انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں کا تدارک بالوحی ہوسکتا ہے، غیر انبیاء کی غلطیوں کا تدارک نہیں ہوسکتا، کیونکہ وحی غیر انبیاء پر نہیں آسکتی بالکل لایعنی ہے۔

(الف) جبکہ عنایتِ ربانی اپنی رضا اور توجہ کی قطعی خبر دے چکی ہے تو وہ غلطی ہونے ہی نہ دے گی ورنہ کذبِ خبرِ خداوندی لازم آئے گا وَهُوَ مَحَالٌ .

(ب) اور اگر غلطی بفرضِ محال ہوئی بھی تو اُس کا تدارک کرے گی جس کی ذمہ داری اپنے اُوپر لے چکی ہے۔

(ج) کیوں نہ تحدیث اور اِلہام سے اِس کا تدارک ہوسکے گا؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ کَانَ فِی الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ کَانَ فِیْکُمْ مُحَدَّثٌ فَعُمَرُ (اَوْکَمَا قَالَ) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ (اَوْ کَمَا قَالَ) .

(د) کیوں نہ رُویائے صالحہ سے اِس کا تدارک کیا جاسکے گا، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِیَتِ الْمُبَشَّرَاتُ قَالُوْ وَمَا الْمُبَشَّرَاتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُؤْمِنُ اَوْ تُرٰی لَهٗ (اَوْ کَمَا قَالَ) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءً ا مِّنَ النُّبُوَّةِ . (اَوْ کَمَا قَالَ)

(ہ) کیوں نہ بصیرتِ خواص مومنین اِس کا تدارک کر سکے گی قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (سورۂ یوسف) وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ . (الحدیث)

(و) جبکہ اِرشاد ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ اور قرآن فرماتا ہے وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی (الایة) تو کیا یہ اِرشاد باعثِ تحفظ نہ ہوگا؟ ✿ ✿ ✿

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۳۶

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

نوائے وقت کی بے وقت راگنی اَور مدنی رحمہ اللہ فارمولا

(جس کی تلخیص روزنامہ جنگ لاہور کی تین اقساط میں ۱۵/۱۶/۱۷ دسمبر ۸۳ء کو شائع ہوئی)

نوائے وقت مؤرخہ ۱۴ نومبر ۸۳ء کے صفحہ نمبر ۱۱ پر سیٹھی صاحب کے مضمون کی وجہ صرف اِتنی ہے کہ وہ ایک اختلافی شوشا چھوڑ کر سوال و جواب کا سلسلہ شروع کریں اَور ایم آر ڈی میں شامل علماء کو اپنی طرف متوجہ کر کے حکومت کی حتی المقدور مدد کریں اسی لیے اُنہوں نے تلخ زبان استعمال کی۔ لیکن اُنہیں یہ اَندازہ شاید نہ ہوگا کہ حضرت مدنی قدس اللہ سرہُ العزیز کی شخصیت اِتنی عظیم ہے کہ اُن کے شاگرد اَور متوسلین ومعتقدین ایم آر ڈی ہی میں نہیں بلکہ پاکستان کی ہر جماعت میں موجود ہیں اَور پاکستان میں آباد اَور بڑے مدارس میں شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہو جہاں اُن کے بلا واسطہ یا بالواسطہ تلامیذ موجود نہ ہوں۔

سیٹھی صاحب کو تعجب ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو صدیقی صاحب نے بزرگ اَور ولی کیونکر شمار کر لیا حالانکہ سیٹھی صاحب اگر اُن کے حالات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرتے تو اُنہیں معلوم ہوتا کہ وہ چشتی صابری نقشبندی مجددی اَور طریقۂ قادریہ وسہروردیہ ہر چار سلسلوں میں مجاز تھے شیخ الطریقہ تھے اَور اپنے تمام خلفاء کو منتہاءِ تصوف یعنی مراقبۂ ذاتِ مقدسہ (احسان) تک تعلیم فرمایا کرتے تھے، اُنہیں سلوک وتصوف میں اپنے دور میں بہت بڑا مقام حاصل تھا۔ اسی لیے خداوندِ کریم نے اُنہیں وہ مقبولیت عطاء کی جو اَولیاءِ کرام میں بہت بڑے بڑے اَولیاء کو ہی حاصل تھی۔ اُن کے گرد بیعت ہونے والوں کا اِتنا مجمع ہوتا تھا کہ وہ لاؤڈ سپیکر

پر بیعت فرماتے تھے، پانچ ہزار سے آٹھ ہزار بیک وقت بیعت ہونے والوں کا اَندازہ تحریر کیا گیا ہے جس کی مثال قریب میں نہیں ملتی۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے بیک وقت بیعت ہونے والوں کی تعداد دس ہزار تک بتلائی گئی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ تعداد بیعتِ جہاد کرنے والوں کی ہو لیکن حضرت مدنیؒ سے بیعت ہونے والے بیعتِ طریقت کرتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے پاس حضرت مدنیؒ کی تصوف وسلوک کے موضوع پر چند تقاریر ٹیپ تھیں جنہیں وہ آخرِ حیات تک سنتے رہے۔ کیونکہ مفتی صاحبؒ خود بھی کامل صوفی تھے اُنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ میں تکمیلِ سلوک کی تھی رحمہما اللہ رحمۃً واسعۃً۔ اَور یہ بات شاید سیٹھی صاحب کو معلوم نہ ہو کہ نظامی صاحب کے محبوب اَور ممدوح مولانا عبدالماجد دریابادی حضرت مدنیؒ سے ہی بیعت تھے۔

۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں آپ براعظم ایشیاء میں علومِ دینیہ کے سب سے بڑے مرکز کے سب سے بڑے درجہ کے مدرس یعنی شیخ الحدیث مقرر ہوئے اَور ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء تک اِسی مسند پر درسِ حدیث دیتے رہے۔ جن حضرات نے اَب سے ستاون سال قبل دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی ہے وہ اگر زندہ ہیں تو آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

سیٹھی صاحب نے استفسار کیا ہے کہ سلہٹ میں جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہاں کون صاحب میزبان تھے۔ اِس کے جواب کے لیے پورا واقعہ نقل کر رہا ہوں۔

مولانا رشید احمد صاحب صدیقی (کلکتہ) لکھتے ہیں :

مختلف مقامات پر حضرتؒ کی تقریروں کے پروگرام بنانا اَور آپ کے متعلق سفر کے انتظامات کرنا راقم الحروف سے متعلق تھا۔ بہرکیف ہمارا قافلہ ۳/ مارچ کی شام کو گوپال پور تھانہ بیگم گنج پہنچا۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی مولانا نافع گل اَور دیگر چار پشاوری طالب علم ہمراہ تھے۔

چوہدری رازق الحیدر چیئرمین ڈسٹرکٹ بورڈ نواکھالی کے دولت کدہ پر قیام ہوا۔ دُوسرے دِن ایک عظیم الشان جلسہ میں انتخابی تقریر کرنی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد

گیارہ بجے طعام تناول کیا اَور تقریباً بارہ بجے سونے کی غرض سے آرام فرمانے لگے۔
راقم الحروف پاؤں دباتا رہا کچھ دیر کے بعد آپ کو نیند آگئی اَور ہم لوگ دُوسرے کمرے میں ضروری کام کرنے لگے۔

تقریبًا دو بجے شب کو راقم الحروف اَور چوہدری محمد مصطفیٰ انسپکٹر مدارس (ریٹائرڈ) کو طلب فرمایا۔ ہم دونوں فوراً حاضرِ خدمت ہوئے۔ اِرشاد فرمایا کہ لو بھئی اصحابِ باطن نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا اَور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال اور پنجاب کو بھی تقسیم کر دیا۔

راقم الحروف نے عرض کیا کہ اَب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں، کیا کریں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں اَور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اُس کی تبلغ پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ دُوسرے دن گوپال پور کے عظیم الشان جلسہ میں تقسیم کی مضرتوں پر معرکہ آرا تاریخی تقریر اِرشاد فرمائی اَور ایک سال چار ماہ بعد ۳/ جون ۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل ہند کے غیر متوقع اعلان سے اِس واقعہ کی حرف بحرف تصدیق ہوگئی۔ یہ واقعہ اوائل ۱۹۴۶ء میں پیش آیا۔

ملاحظہ ہو شیخ الاسلام نمبر روزنامہ الجمعیۃ دہلی، خصوصی شمارہ جلد نمبر ۴۳ بروز ہفتہ
۲۵/ رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵/ فروری ۱۹۵۸ء صفحہ نمبر ۱۶۳ و ۱۶۴

سیٹھی صاحب ملاحظہ فرمائیں۔ اِس میں میزبان کا نام بھی ہے۔ ساتھیوں کے نام بھی ہیں اَور راویوں کے بھی۔

سیٹھی صاحب نے لکھا ہے :
''حضرت مولانا مدنی اپنے تبحرِّ علمی کے باوجود علماءِ ظواہر میں سے تھے اور ایک خالص سیاسی شخصیّت تھے۔''

سیٹھی صاحب نے اگر تصوف کا مطالعہ کیا ہوگا تو وہ یہ بات باآسانی سمجھ سکیں گے کہ اَولیاء کرام کی

دو قسمیں ہیں ایک اصحابِ اِرشاد اور دُوسرے اصحابِ تکوین، اصحابِ ارشاد جتنے بھی ہوں قطب الارشاد تک سب کے سب ظاہر شریعت پر ہی چلنے کے پابند ہوتے ہیں۔ اُن پر جذب کا قطعاً بھی اثر نہیں ہوتا وہ اصحابِ صحو ہوتے ہیں متیقظ اور بیدار مغز اور یہ فرق قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ (پندرہویں پارہ کا آخری اور سولہویں پارہ کا پہلا رکوع دیکھ لیں)

(۲) سیٹھی صاحب کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خالص سیاسی شخصیت نظر آ رہے ہیں۔ سیاسی ہونا بھی عیب نہیں ہے بنی اسرائیل کی سیاست کے فرائض انبیاء کرام انجام دیا کرتے تھے كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ . (بخاری ص ۴۹۱ ج ۱)

سیٹھی صاحب نے لکھا ہے :

''لیکن جہاں تک انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ دینے کے بعد کے حالات میں مسلمانوں کی پوزیشن کا تعلق تھا وہ اِس مسئلہ کو ملتوی رکھنا چاہتے تھے کہ آزادی کے بعد ہندوؤں سے معاملہ کر لیا جائے گا۔''

سیٹھی صاحب جیسے اور بھی لوگ ہو سکتے ہیں جنہیں تاریخ کا پورا علم نہ ہو اِس لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا خیال کرتے ہوں گے جبکہ حقیقت اِس کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جماعت جمعیۃ علماء ہند کا موقف یہ تھا کہ ''تقسیم ہند'' ہندوستان کے سب مسلمانوں کے مسائل کا حل نہیں ہے۔ تقسیم سے اُن علاقوں کو فائدہ پہنچے گا جہاں مسلمان پہلے ہی سے تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ فائدہ بھی مکمل نہ ہوگا کیونکہ اِن علاقوں کی مسلم آبادی ۵ء۵۵ ہے اور غیر مسلم آبادی ۵ء۴۴ ہے۔ غیر مسلم آبادی مؤثر ترین اقلیت ہوگی (اگر پاکستانی علاقوں سے غیر مسلم نہ جاتے تو یہی تناسب تھا) اُدھر جو صوبے ہندوستان میں رہ جائیں گے اُن کی مسلم آبادی بہت دُشواریوں میں گھر جائے گی اور وہ ضعیف اقلیت بن کر دُوسروں کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے اور تقسیم کے بعد پاکستان ایسا ہی ایک پڑوسی ملک ہو جائے گا جیسے افغانستان اور ایران۔

لیکن قائداعظم نے اِن نظریات کا جواب کانپور اسٹوڈینٹس فیڈریشن کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے یہ دیا تھا :

''میں اکثریت کے ساڑھے سات کروڑ مسلمانوں کی آزادی کی خاطر مسلم اقلیّت والے صوبوں کے ڈھائی کروڑ[1] مسلمانوں کو قربان کر کے ان کے مراسم تجہیز و تکفین ادا کرنے کو تیار ہوں۔'' (سہ روزہ اَخبار مدینہ، بجنور یوپی ۹؍جولائی ۴۴ء بحوالہ کشفِ حقیقت ص ۵۸ مصنفہ حضرت مدنی ؒ)

اِس سے بہت پہلے احمد آباد کی تقریر میں فرمایا تھا :

''اقلیت والے صوبوں پر جو گزرتی ہے گزر جانے دو لیکن آؤ ہم اپنے اُن بھائیوں کو آزاد کرادیں جو اکثریت کے صوبوں میں ہیں تاکہ شریعتِ اسلامی کے مطابق وہاں آزاد حکومت قائم کر سکیں۔'' (ایمان لاہور مؤرخہ ۲۸؍فروری ۱۹۴۰ء پاکستانی نمبر بحوالہ کشفِ حقیقت ص ۵۹)

معلوم ہوا کہ یہ نکتہ کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ اِن کے لیے کون سا فارمولا مفید رہے گا۔ ۴۰ء سے بھی پہلے سے مدارِ فکر چلا آرہا تھا۔ جمعیۃ کے حضرات یہ بھی برابر کہتے رہے ہیں کہ سب یکجا مل کر بیٹھیں اور اِس مسئلہ پر غور کر کے ایک بات طے کرلیں ہر پہلو پر بحث و تمحیص کے بعد جو کچھ طے ہو اُس پر سب متفق ہو کر چلیں۔ (ملاحظہ ہو کشفِ حقیقت کا آخری صفحہ)

حضرت مدنی ؒ جمعیّت علماء ہند کے صدر تھے اَور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظمِ اعلیٰ (ناظمِ عمومی) تھے۔ آیئے آپ کو اُن کی اُس زمانہ کی ایک تحریر دکھلائیں جس سے اُمید ہے آپ کی تاریخی معلومات میں اضافہ ہوگا اور یہ بھی کھل کر سامنے آجائے گا کہ جمعیت کا موقف کیا تھا۔ کیا اُن کا موقف وہ تھا جو بقول سیٹھی صاحب کانگریس کہتی تھی یا اپنا جدا فارمولا تھا اور وہ آخر تک چاہتے رہے تھے کہ مسلمان سب مل کر بیٹھیں اور حل نکالیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن تحریر فرماتے ہیں :

---

[1] تقریر میں اُنہوں نے یہی فرمایا تھا ورنہ اُس وقت اِنڈیا میں مسلمانوں کی تعداد ساڑھے چار کروڑ تھی اور اَب وہ کم اَزکم بارہ کروڑ ہیں۔

صحیح طریقہ کار

آخر میں بصد عجز و اِلحاح پاکستانی اور لیگی حضرات کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ صحیح طریقہ کار وہ نہیں ہے جو مسلم لیگ کے قائدِ اعظم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ مسلم مفاد کے لیے سب سے بہتر طریق کار یہ ہے کہ تمام مسلم جماعتیں پارٹی بازی یا جماعتی برتری کے غیر اسلامی تصور سے بالاتر ہو کر ایک جگہ بیٹھیں اور پھر دیانت و سنجیدگی کے ساتھ تمام پیش کردہ مسلم اِسکیموں پر غور کریں تاکہ سب مسلمان ایک نقطے پر جمع ہو کر متفقہ طور سے ایک مُسلَّم مطالبہ حکومت اَور کانگریس کے سامنے پیش کر سکیں اور کسی جماعت اور کسی پارٹی کو اِس سے اختلاف نہ ہو۔

چونکہ جمعیۃ علماء ہند بار بار اِس اقدام کے لیے مسلم لیگ کو خصوصیّت کے ساتھ دعوت دے چکی ہے اس لیے اَب مسلم لیگ کا فرض ہے کہ وہ اِس دعوت کو قبول کرنے کا اعلان کرے ورنہ تو ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ حالت کا نتیجہ محض یہ ہے کہ صرف (انگریز) حکومت اِس سے فائدہ اُٹھا رہی ہے اور خدا جانے کب تک اُٹھاتی رہے گی، وہ کبھی پاکستانی حضرات کو طِفل تسلّی دیتی رہے گی اور کبھی کانگریسوں کو سراہنے لگے گی۔

اگر میری اِس گزارش کو نیک خواہی پر محمول کر کے اِس صحیح طریق کار کو اختیار کر لیا جائے تو اگرچہ آج ہندوستان کو ڈومی نین اسٹیٹس (درجہ نوآبادیات) سے زیادہ نہ ملے۔ مگر اِس کے بعد وہ وقت بھی جلد ہی آجائے گا جب تھوڑی سی جدوجہد سے ہمارا یہ ملک آزادیٔ کامل کی منزل تک بھی پہنچ جائے گا۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

جمعیۃ علماء ہند کا فیصلہ : پورا ہندوستان ہمارا پاکستان ہے

ہم ذیل میں جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور ۴۲ء کا فیصلہ اور اُس کے بعد کی اضافہ کردہ تشریح درج کرتے ہیں تاکہ ہر ایک انصاف پسند طالبِ حق یہ فیصلہ کر سکے کہ جمعیۃ علماء

صرف نفی کے پہلو پر عامل نہیں بلکہ پاکستان کے مقابلہ پر ایک ایسا حل بھی پیش کرتی ہے جس سے مسلمانوں کو وہ تمام فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جو تحریکِ پاکستان کے حامی پیش کرتے ہیں۔ مزید برآں پورے ہندوستان میں اِن کی قوت اور اِن کا رُسوخ باقی رہتا ہے (ذیل میں فیصلہ ملاحظہ فرمائیے جو اِجلاس سہارنپور میں ہوا) :

جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاسِ عام اِس جمود و تعطل کی حالت کو ملک وقوم کے لیے نہایت مضر اور ملّی حیات و ترقی کے لیے مہلک سمجھتا ہے۔ وہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ملک کی تمام معتدبہ جماعتیں اور عام پبلک حصولِ آزادی کے لیے بے چین و مضطرب ہے اور ہر جماعت اپنی اپنی جگہ اور تمام افراد مختلف خیالات اور فارمولے تجویز کر رہے اور شائع کر رہے ہیں۔ مجلسِ عاملہ اپنی رائے اجلاس لاہور منعقدہ ۴۲ء کی تجویز ۴ میں ظاہر کر چکی ہے، آج پھر اُس کی تجدید کرتی ہے اور اُس کے آخری حصّہ کی رفع اجمال کی غرض سے قدرے توضیح کر دینی مناسب سمجھتی ہے۔ یہ بات بدیہی اور مُسلّمات میں سے ہے کہ ہندوستان آزادی کی نعمت سے اُس وقت تک متمتع نہیں ہوسکتا جب تک ہندوستان کی طرف سے متفقہ مطالبہ اَور متحدہ محاذ قائم نہ کیا جائے اور ہندوستانی کسی متفقہ مطالبہ کی تشکیل اور متحدہ محاذ قائم کرنے میں جتنی دیر لگائیں گے اُسی قدر غلامی کی مدت طویل ہوتی جائے گی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کے لیے عمومًا اور مسلمانوں کے لیے خصوصًا یہ صورت مفید ہے کہ وہ حسبِ ذیل نکات پر اِتفاق کر لیں اور اِسی بنیاد پر حکومتِ برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کر دیں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادیٔ کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے، اُن کا مذہب آزاد ہوگا، مسلم کلچر اَور تہذیب و ثقافت آزاد ہو گی، وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خودمختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں گے اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

تشریح : اگرچہ اِس تجویز میں بیان کردہ اصول اور اُن کا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں وہ بے شک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اُس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصًا مسلمانوں کے لیے یہی مفید ہے مگر وفاقی حکومت کا قیام اِس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لیے حق خود اِرادیت تسلیم کر لیا جائے اور وفاق کی تشکیل اِس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی صورت پر یا اِن کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اِتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔

ہندو: ۴۵ فیصد مسلم: ۴۵ فیصد دیگر اقلیتیں: دس فیصد

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم اَرکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب

یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب وثقافت پر مخالفانہ اَثر اَنداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم وغیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم وغیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے اَرکان کی کمیٹی کرے، یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے تنازعات کے آخری فیصلے کرے گا۔ نیز تجویز ۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم اَرکان کی ۲/۳ اَکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اُس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اَور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔

نوٹ (۱) : مندرجہ بالا تجویز الف سے بشمول ''د'' تک اجلاس منعقدہ ۴۲ء میں پاس ہو چکی تھی ، اِس پر مجلس عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱ر جنوری یکم و دوم فروری ۱۹۴۵ء میں تشریح کا اضافہ کیا۔ اِس کے بعد یہ پوری تجویز مع تشریح جمعیۃ علماءِ ہند کے چودھویں اجلاسِ عام بمقام سہارنپور منعقدہ ۴۔۵۔۶۔۷رمئی میں منظور کی گئی۔

نوٹ (۲) : اِس تجویز کے ساتھ اگر مجلسِ عاملہ جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس سہارنپور منعقدہ ۳ر اگست ۱۹۳۱ء کے فارمولا کی مندرجہ ذیل دفعات بھی پیش ِنظر رہیں تو آزاد ہندوستان میں آزاد اِسلام کا نقشہ ہر مسلمان کے سامنے آسکتا ہے اور وہ با آسانی یقین کر سکتا ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند کی تائید وحمایت سے نہ صرف یہ کہ پاکستان ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ کر رہ جائے بلکہ پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا ہے جس میں شرعی محکمے اور دارُالقضاء قائم ہوں اور پرسنل لا (یعنی شرعی احکام) کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اورآزاد اختیارات کے ذریعہ سے پورے ہندوستان میں نافذ ہو۔

مجلس عاملہ اجلاس سہارنپور کے منظور کردہ فارمولا کی چند دفعات

(۱) ہندوستان کی مختلف ملتوں کی کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال، عبادت گاہیں آزاد ہوں گے حکومت اِن میں مداخلت نہ کرے گی۔

(۲) دستورِ اساسی میں اسلامی پرسنل لاء کی حفاظت کے لیے خاص دفعہ رکھی جائے گی جس میں تصریح ہوگی کہ مجالسِ مُقنّنہ اَور حکومت کی جانب سے اِس میں مداخلت نہ کی جائے گی اور پرسنل لاء کی مثال کے طور پر یہ چیزیں فُٹ نوٹ میں درج کی جائیں گی (مثلاً احکامِ نکاح، طلاق، رَجعت، عدّت، خیارِ بلوغ، تفریقِ زوجین، خلع، غبن، مفقود، نفقہ، زوجیّت، حضانت، ولایتِ نکاح وبال، وصیّت، وقف، وراثت، تکفین وتدفین، قربانی وغیرہ)

(۳) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کرنے کے لیے جن میں مسلمان حاکم کا فیصلہ ضروری ہے مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائے گا اور اُن کو اختیارات تفویض کیے جائیں گے۔

خادمِ ملّت

محمد حفظ الرحمٰن کان اللّٰہ لہٗ (ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ علماءِ ہند دہلی)

''تحریک پاکستان پرایک نظر'' از صفحہ نمبر۵۹ تا ختم

مولّفہ : حضرت علاّمہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

ناظمِ اعلیٰ مرکزیہ جمعیۃ علماءِ ہند

ناشر : ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی، مطبوعہ دِلّی پرنٹنگ پریس

اِن اکابر کے فارمولے کے مطابق معرضِ وجود میں آنے والی حکومت میں مسلمان مرکز میں بڑی طاقت ہوتے اور آسام، بنگال، پنجاب، کشمیر، سرحد، سندھ اَور بلوچستان میں غالب ہوتے اور مذہبی معاملات میں اور تمام صوبائی اُمور میں خودمختار ہوتے اور اَقلیّت والے صوبوں میں اِنہیں مذہبی اُمور میں حقِ استرداد

حاصل ہوتا۔

اِس صورت میں اُن کے مجوزہ پاکستان کا نقشہ یہ ہوتا :

نوٹ : یہی وہ فارمولا تھا جسے دیکھ کر پہلے مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پُر زور تائیدی کلمات لکھے تھے کہ :

''مسلمانوں کے اطمینان کے لیے اِس سے بڑھ کر اَور کوئی عمدہ تجویز نہیں۔''

اور پہلے اِس فارمولے پر مسلم لیگ بھی متفق تھی۔

حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو طویل عرصہ تک ناظمِ جمعیۃ علماءِ ہند رہے پھر

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی وفات پر ناظمِ عمومی (جنرل سیکرٹری) رہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں الجمعیۃ کے مجاہدِ ملّت نمبر میں اپنے ایک طویل مضمون میں بہت سے اَحوال و واقعات قلم بند فرمائے ہیں اُن میں اِس فارمولے کا پورا خاکہ دیا ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ تقسیمِ ہند سے پہلے پہلے ہر جماعت کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جو فارمولا مسلمانوں کے لیے زیادہ فلاحی سمجھے، پیش کرے۔ اگر جمعیۃ علماءِ ہند نے اپنا فلاحی فارمولا پیش کیا تو کیا جرم کیا؟ اِس بحث کے لیے اُن ہی تاثرات کے تحت ایک عنوان بھی قائم فرماتے ہیں کہ ''جرم کیا تھا؟'' اور پھر فارمولا بیان کرتے ہیں جو ہم بعینہٖ نقل کر رہے ہیں :

جُرم کیا تھا؟

میرے احباب اور بزرگ یہ تلخ نوائی معاف فرمائیں کہ اِس دور میں ایک بڑا ظلم جمعیۃ علماءِ ہند پر کیا جاتا رہا برطانوی مشنری جمعیۃ علماءِ ہند کے خلاف کام کر رہی تھی اور اُس کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ جمعیۃ علماءِ ہند اِس کی حریف تھی اور ہندوستان سے اِس کا نام و نشان مٹانا چاہتی تھی۔ یہ مشنری پروپیگنڈے کی تمام طاقت دو باتوں پر صرف کر رہی تھی، اوّل یہ کہ کانگریس ہندوؤں کی جماعت ہے اور آزادی کا مطالبہ ہندوؤں کا ہے مسلمان اس کے حامی نہیں ہیں۔ دُوسرے یہ کہ جمعیت علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمان فریب خوردہ ہیں یہ کوئی مثبت پالیسی نہیں رکھتے صرف کانگریس کی ہمنوائی ان کا نصب العین ہے۔

جمعیۃ علماءِ ہند اور قوم پرور مسلمانوں کی اتنی طاقت نہیں تھی کہ برطانوی پروپیگنڈے کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر سکتے ،خصوصًا ایسی صورت میں کہ مسلمانوں کی اکثریت کو اِس پروپیگنڈے نے نہ صرف متاثر بلکہ مسحو بنا دیا تھا۔ لامحالہ جمعیۃ علماءِ ہند کی آواز ''نقار خانہ میں طوطی کی صدا'' بن کرنا کام ہوتی رہی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماءِ ہند پاکستان کا بہترین بدل تلاش کر چکی تھی اور ایک ایسا فارمولا منظور کر چکی تھی کہ وہ کامیاب ہو جاتا تو ملک کی طاقت میں یہ رَخنہ نہ پڑتا کہ ایک

ہی ملک کے دو حصّے جن کے متعلق اَب یہ کہا جا رہا ہے کہ کسی بھی حصّہ کا کامیاب دفاع اور تحفظ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک اُن دونوں کی فوجی کمان ایک نہ ہو۔ یہ دو حصّے ایک دُوسرے کے مقابلہ میں تیر و ترکش سنبھالے ہوئے ہیں اور مالیہ کا بڑا حصّہ جو تعمیر و ترقی یا کسی بیرونی طاقت کے مقابلہ پر دفاعی طاقت کے مضبوط بنانے میں صرف ہوتا، اپنے ہی ہاتھ پاؤں کے بچاؤ پر صرف ہو رہا ہے اور یہ صورت کہ بھارت کی مسلم اقلیت غضبناک اکثریت کے شکنجہ میں کسی ہوئی بے یار و مددگار رَاویلا کر رہی ہے، یہ افسوسناک صورت بھی پیش نہ آتی۔ غور فرمائیے جمعیۃ علماءِ ہند کے فارمولے کے اہم اجزاء یہ تھے :

(۱) صوبے خود مختار ہوں۔

(۲) مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کر دیں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(۳) اُن مشترکہ اختیارات کے علاوہ جن کی تصریح مرکز کے لیے کر دی گئی ہو باقی تمام تصریح کردہ اور غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے حوالے ہوں۔

(۴) مرکز کی تشکیل ایسے تناسب سے ہو کہ اکثریت اقلیت پر زیادتی نہ کر سکے مثلاً پارلیمنٹ کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو:

ہندو : ۴۵ مسلمان : ۴۵ دُوسری اقلیتیں : ۱۰

(۵) جس مسئلہ کے متعلق مسلم ممبران کی اکثریت فیصلہ کر دے کہ اِس کا تعلق مذہب سے ہے وہ پارلیمنٹ میں پیش نہ ہو سکے۔

اِس فارمولے کا مفاد یہ ہوتا :

الف : اہم پورٹ فولیو (قلمدان وزارت) کی تقسیم مساوی طور پر ہوتی۔

ب : صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور اگر کشمیر کو ایک صوبہ کی حیثیت دی جاتی تو صوبہ کشمیر، مذہبی، معاشی، تہذیبی اور تمدنی اُمور میں قطعاً خود مختار ہوتے۔

ج : پورا صوبہ پنجاب راولپنڈی سے لے کر ضلع سہارنپور کی سرحد تک۔

د : پورا صوبہ بنگال جس کا دارالحکومت کلکتہ کا عظیم شہر ہوتا مسلم اکثریت کے زیرِ اقتدار رہتا

ہ : صوبہ دہلی اور صوبہ آسام کی سیاست اور حکومت میں مسلمانوں کا تقریباً مساوی حصّہ ہوتا کیونکہ اِن دونوں صوبوں میں مسلمان ۳۴، ۳۵ فیصدی تھے۔

و : ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان لاوارث یتیم کی طرح نہ ہوتے کیونکہ

نمبر۱ : ملازمتوں اور اسمبلیوں میں اِن کا حصہ حسبِ سابق ۳۰ یا ۳۳ فیصدی ہوتا۔

نمبر۲ : وزارتوں میں اِن کی مؤثر شمولیت ہوتی۔

نمبر۳ : مذہبی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور میں اِن کو حق استرداد ہوتا۔

نمبر۴ : وہ ایسے مرکز کے ماتحت ہوتے جس میں اِن کی تعداد مساوی ورنہ کم اَز کم ۳۳ فیصدی ہوتی اور تمام فرقہ وارانہ اُمور کی باگ ڈور اِن کے ہاتھوں میں ہوتی کیونکہ اسمبلی پارلیمنٹ یا کیبنٹ مسلم ممبران کی موافقت کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کرسکتی۔

اِس فارمولے کو اُس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی اکثریت نے یا تو سُنا ہی نہیں اور اگر سُنا تو جذبات میں اِس درجہ وارفتہ تھے کہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ بہرحال ''مضٰی ما مضٰی'' اَب اِس داستانِ پارینہ سے کیا فائدہ؟ مگر مجاہدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے تذکرہ میں اِس کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ کل نہیں تو آج اَندازہ ہوسکے کہ مخالفت کرنے والے کہاں تک حق پر تھے اَور مجاہدِ ملت کی سرفروشانہ جان فشانی کس مقصد کے لیے تھی۔

جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا ایک مثبت فارمولا تھا اَور جمعیۃ علماءِ ہند کے اَرکان کو اِس پر اِتنا وثوق اور یقین تھا کہ وہ ہر ایک کے سامنے اِس کو پیش کر سکتے تھے۔ چنانچہ وزارتی مشن آیا تو جمعیۃ علماءِ ہند کے نمائندہ حضرات نے اِس کو نہ صرف یہ کہ پیش کیا بلکہ اِس پر مشن کی پسندیدگی بھی حاصل کی۔

مولانا آزاد مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ''اِنڈیا وِنس فریڈم'' میں واضح کردیا ہے کہ اِن کا پیش کردہ فارمولا ''وزارتی مشن'' نے منظور کرلیا تھا۔

یہی وہ فارمولا ہے جس کو مولانا آزاد نے پیش فرمایا تھا۔ مزید تفصیل چند سطروں کے بعد

ملاحظہ فرمائیں۔

وزارتی مشن کی آمد اور جمعیۃ علماءِ ہند کی نمائندگی

اَبھی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات تمام ہندوستان میں مکمل نہیں ہوئے تھے کہ ۲۳؍مارچ ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن کراچی پہنچ گیا۔ لارڈ پیتھک لارنس وزیر ہند، سر اسٹیفورڈ کرپس اور جنرل الیگزینڈر وفد کے ارکان تھے۔ ایک ہفتہ آرام کرنے کے بعد یا تازہ حالات کے پورے مطالعہ کے بعد یکم اپریل سے مشن نے ہندوستانی لیڈروں سے ملاقات شروع کی۔ کُل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے صدر کی حیثیت سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی گئی تھی اَور چونکہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے ساتھ دُوسری جماعتیں بھی اشتراکِ عمل کیے ہوئے تھیں لہٰذا جنابِ صدر کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ مزید تین افراد کو اپنے ساتھ لے آئیں چنانچہ عبدالحمید صاحب خواجہ مرحوم (صدر آل اِنڈیا مسلم مجلس) شیخ حسام الدین صاحب (صدر آل اِنڈیا مجلس احرارِ اسلام) شیخ ظہیر صاحب (صدر آل اِنڈیا مومن کانفرنس)۔ اِن تینوں جماعتوں کے سربراہوں کی حیثیت سے اَور جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب (مرکزی وزیر برقیات) ترجمان کی حیثیت سے حضرت شیخ الاسلام کے ساتھ تشریف لے گئے۔

اِس نمائندہ جماعت کو ایک ایسے صاحبِ بصیرت سیاسی کھلاڑی کی بھی ضرورت تھی جو نمائندگانِ پریس کی شوخیوں کا جواب بھی دے سکے اُس کی حاضر جوابی دُوسری پارٹیوں کے نکتہ چینیوں کو خاموش کر سکے۔ پُر مغز و مدلّل خطابت ہر ایک دل کو مٹھی میں لے سکے۔ ایسی شخصیّت جو اِن اَوصاف کی حامل ہو، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی شخصیّت تھی۔ لہٰذا آپ کو بھی اِس نمائندہ وفد میں شریک کیا گیا۔

۱۶؍اپریل ۱۹۴۶ء کو چار بجے شام سے سوا پانچ بجے تک مشن سے ملاقات ہوئی۔ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا وزارتی مشن کے سامنے پیش کیا گیا۔ وزارتی مشن نے اِس فارمولے سے یہاں تک دلچسپی لی کہ مقررہ وقت یعنی (نصف گھنٹہ) سے زائد ۴۵ منٹ

فارمولے کے مضمرات اُور اُس کے مفادات کو سمجھنے سمجھانے پر صرف کر دیے۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب (اِنڈیا وِنس فریڈم) میں ایک فارمولے کا تذکرہ کیا ہے جس کو وزارتی مشن نے خاص طور پر پسند کیا تھا اُور اسی کی بنیادوں پر اپنا اعلان مرتب کیا تھا۔ مولانا آزاد نے اِس کتاب میں اِس فارمولے کو اگر منسوب کیا ہے تو صرف اپنی جانب لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا تھا جو جمعیۃ علماءِ ہند کے اجلاس لاہور (مارچ ۱۹۴۲ء) میں مرتب کیا گیا اُور اجلاس سہارنپور (مئی ۱۹۴۵ء) میں اِس کی مزید توثیق اور تشریح کی گئی تھی۔

سیاسیات سے دلچسپی رکھنے والے اخبار بین طبقہ کو تقریباً ۱۶ رسال پہلے یہ بات فراموش نہیں ہوئی ہوگی کہ مذکورہ بالا ملاقات سے ایک ماہ بعد ۱۶ رمئی ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن نے جو سفارشات پیش کیں وہ اُن ہی لائنوں اور خطوط پر تھیں جن کی طرف جمعیۃ علماءِ ہند کا فارمولا اِشارہ کر رہا تھا۔

وزارتی مشن نے پاکستان کی تردید کرتے ہوئے نظریۂ پاکستان کو ہندوستان کے لیے مضرت رساں قرار دیا تھا۔ اِن سفارشات کی بنیاد پر ۲ رستمبر ۱۹۴۶ء کو عارضی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو کیبنٹ کے ۱۴ ممبروں میں پانچ مسلمان تھے یعنی ۳/۱ سے کچھ زیادہ اور مالیات کا اہم ترین محکمہ نواب زادہ لیاقت علی خان کے سپرد کیا گیا تھا۔

مگر بخت واژگوں نے پھر پلٹا کھایا، لیگ کی طرف سے ردِّ عمل تو لازمی تھا لیکن برطانوی ایجنٹوں کی دورُخی پالیسی نے اِس کی نوعیّت میں خونریزی بھی شامل کردی۔ اِنتہا یہ کہ تقسیم کا سوال پھر شدّت سے سامنے آیا اور اِس مرتبہ کانگریس کی غیر معمولی اکثریت بھی تقسیم کی حامی بن گئی۔

سیاست کا یہ دور بھی نہایت پر پیچ تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اِس کے متوقع نتائج کسی ایک فیصلے پر متحد کرنے کے بجائے ہر ایک فریق کے لیے متضاد دلائل مہیّا کر رہے تھے۔

مثلاً یہ بات مشہور ہے کہ سردار پٹیل جو اِس عارضی حکومت میں وزیر داخلہ بنائے گئے تھے

اُن کو اِس سے سخت تکلیف ہوئی کہ وہ اپنے اختیارات سے ایک چپڑاسی کا تقرر بھی نہیں کر سکتے، چپڑاسی کے لیے بھی وزیر مال نواب زادہ لیاقت علی خاں کی منظوری کے محتاج ہیں (جنھوں نے پارلیمنٹ سے ایک ایسا میزانیہ منظور کرالیا تھا جس نے ہندوستان کے سرمایہ داروں کو سراسیمہ کر دیا تھا)۔

اس ایک واقعہ سے قوم پرور مسلمانوں کی یہ دلیل مضبوط ہورہی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان ایک فیصلہ کن پوزیشن اختیار کر سکتے ہیں بلکہ ایسی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں کہ اکثریت اِن کی دستِ نگر بن جائے اور اِسی ایک واقعہ نے سردار پٹیل جیسے ہندو اِزم کے حامیوں کو یہ سبق دے دیا تھا کہ تقسیم ضروری ہے کیونکہ سیاسی اقتدار میں اگر مسلمانوں کی شرکت رہی تو اُن کو ہندو اِزم کے چمکانے اور من مانی کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی نہیں مل سکے گی۔

فرقہ پرستی کہاں کہاں تھی

کہا جاتا ہے کہ مسٹر جناح اور اُن کے ساتھی مسلم رہنماؤں کی ذہنیت فرقہ پرست تھی مگر سردار پٹیل جیسے قوم پرست نے جس ذہنیت کا ثبوت پیش کیا اِس کے لیے بھی فرقہ پرستی کے علاوہ کوئی اور عنوان نہیں ہوسکتا الفاظ میں اگر تبدیلی کی جائے تو سردار پٹیل کی ذہنیت کے لیے ''زہریلی سامپر دا یکتا'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔ بہرحال سیاست کا یہ وہ نازک موڑ تھا جس کی نظیر شاید ہندوستان کی پوری تاریخ میں نہ مل سکے۔

اِنڈین نیشنل کانگریس کو عام طور پر کامیاب تصور کیا جاتا ہے، بے شک وہ ہرلحاظ سے کامیاب رہی کہ انگریز کو ہندوستان بدر کرکے سیاسی اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن اگر کسی با اُصول جماعت کی کامیابی کا مدار اصول کی کامیابی پر رکھا جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ کانگریس ناکام رہی کیونکہ اُس کے دونوں اصول یعنی (۱) پورے ہندوستان کا اتحاد اور (۲) بلا تفریق مذہب وملّت تمام ہندوستانیوں کی قومیت کا اتحاد، یہ دونوں اصول پاش پاش ہوگئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں کانگریس کا عذر یہ تھا :

''حالات نے ہر ایک دماغ کو مجبور کر دیا ہے کہ جو حل بھی موجودہ اُلجھاؤ کو ختم کر سکتا ہو اُس کو تسلیم کر لے۔ کانگریس کے سامنے یہ سوال نہیں تھا کہ کونسا منصوبہ منظور کیا جائے بلکہ سوال یہ تھا کہ گومگو اَور غیر اطمینانی کی موجودہ تباہ کن حالت باقی رہے یا سب سے پہلی فرصت میں اِس کو ختم کر دیا جائے۔ کانگریس متحدہ ہندوستان کے نظریہ سے جدا نہیں ہوئی لیکن وہ حقِ خود اِرادیت کو بھی تسلیم کر چکی تھی کہ جو علاقے یونین میں شامل نہ ہونا چاہیں اُنہیں مجبور کرنے کے خلاف ہے۔''

یہ دماغوں کی مجبوری کیا تھی ، یہ وہی فرقہ واریت تھی جو دونوں پلیٹ فارموں پر رقص کر رہی تھی جس کا افسوسناک اَثر یہ تھا کہ ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو تقسیمِ ہند کی اسکیم کا اعلان ہوا اور ۱۶ر جون تک کانگریس اَور مسلم لیگ (ہندوستان کی دونوں بڑی جماعتوں نے) اِس کے حق میں منظوری صادر کر دی۔

(الجمعیۃ کا مجاہدِ ملّت نمبر ص ۵۸ تا ص ۶۱ خصوصی شمارہ مطبوعہ دہلی)

آپ نے یہاں تک پڑھ کر یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ جمعیّت علماءِ ہند کا اپنا الگ فارمولا اور موقف تھا جیسے کانگرین اور مسلم لیگ کے جدا جدا فارمولے تھے۔ مسلم لیگ اور جمعیۃ کے فارمولوں کی بنیاد یہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے کونسا فارمولا بہتر رہے گا اور یہ حضرات اپیلیں کرتے رہے ہیں کہ جمع ہو کر بیٹھیں اور ہر فارمولے کے روشن و تاریک پہلو پر غور کر کے دو میں سے ایک پر اِتفاق کر لیں اِس میں کانگریس کی ہمنوائی کو کوئی دخل نہ تھا۔ یہ بات بہت ہی غلط مشہور کی جا رہی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ایسی بدگمانیوں سے پرہیز کرنا اور تائب ہونا ضروری ہے۔

علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ اَور پاکستان :

علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ذہن میں پاکستان کا یہ خاکہ تھا کہ پورا آسام، پورا بنگال، پورا پنجاب اور کشمیر کے کافی حصہ پر مشتمل ایک مضبوط مملکت ہوگی جہاں اسلامی نظام نافذ ہوگا۔ اُن کے خیال کے مطابق پاکستان ہندوستان کا نقشہ یہ ہوگا۔

لیکن پاکستان جب معرضِ وجود میں آیا تو وہ علّامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصور کردہ خاکہ سے بہت چھوٹا بنا، تقریباً پورا آسام نصف بنگال ہندوستان میں رہ گیا پنجاب پورا ہوتا تو دہلی پاکستان میں ہوتی کیونکہ دہلی جمنا پار نہیں ہے، دہلی سے آگے دریائے جمنا ہے اور بنگال پورا ہوتا تو ٹاٹا کے کارخانے اور کلکتہ کا عظیم شہر اور بندرگاہ پاکستان میں ہوتیں یہ علامہ عثمانی ؒ کا خیال تھا جو پورا نہ ہوسکا۔ علامہ عثمانی ؒ اور حضرت مدنی ؒ کے مناظرہ کا قصہ فرضی ہے جب یہ قصہ وضع ہوا تو حضرت مدنی ؒ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا نام ''کشفِ حقیقت'' ہے۔ اِس کے کچھ حوالے ابھی آپ نے پڑھے ہیں۔

سیٹھی صاحب نے سوال کیا ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذریعہ معاش کیا تھا۔ بھائی وہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے تنخواہ لیا کرتے تھے اُن کے بارے میں تنخواہ اَور اُس کے لینے میں احتیاط کہ اگر

وہ غیر حاضر ہوتے تھے تو اپنی تنخواہ میں سے غیر حاضری کے دنوں کی تنخواہ خود دفتر محاسبی دارالعلوم کو واپس کر دیتے تھے یہ سب کچھ آپ کو دارالعلوم کے ریکارڈ میں مل جائے گا وہاں خط لکھ کر دریافت کرلیں۔

ایک مسلمان جو قرآن پاک پڑھتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ رزق رسانی خدا کا کام ہے بارہواں پارہ اِسی آیت سے شروع ہوا ہے وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اور اَٹھائیسویں پارہ میں خدا کا وعدہ ہے وَمَن یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جو خدا پر بھروسہ کرے خدا اُس کے لیے کافی ہے پھر ایسا سوال اُٹھانا ایک کامل مسلمان سے تو بعید ہے۔

تقسیم ہند کے بعد :

آخر میں یہ بھی عرض کردُوں کہ تقسیمِ ہند کے بعد (جمعیت علماء کے) اِن حضرات نے مشرقی پنجاب میں لاکھوں مسلمان برآمد کیے جو وہیں رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے بظاہر ترکِ اسلام کر کے ہندوانہ وضع اختیار کرلی تھی اُن کو سہارا دیا حوصلے بلند کیے اُن کے لیے شبینہ مدارس قائم کیے۔ اِسی طرح وہاں جابجا تبلیغی جماعت پہنچی اور یہ کام سر ہتھیلی پر رکھ کر انجام دیا جَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ .

حضرت مدنی نے حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہما کو بھی اُس زمانہ میں اپنے وطن سرگودھا آنے سے روکے رکھا۔ حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یوپی پنجاب سرحد پر واقع شہر سہارنپور ہی میں قیام فرما رہے، یہ حضرات پورے مسلمانانِ ہند کو آباد رکھنے کا ذریعہ بنے جو بلاشبہ بڑا جہاد ہے۔ دُنیائے اِسلام کے نامور عالم مولانا السیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اِن ہی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے میں اُن کی اس تحریر پر مضمون ختم کرتا ہوں، وہ تحریر فرماتے ہیں :

ایک بہت بڑا کارنامہ

مولانا کا ایک بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے، یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں اَور اُس کے بعد ہندوستان میں مسلمان کی بقاء و قیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی ۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ بڑے بڑے کوہ استقامت جنبش میں آگئے۔ سب یہی سمجھتے تھے کہ اَب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار دور ایسے گزرے ہیں جب مسلمان اور اِسلام کی بقاء کا سوال

آ گیا۔ ۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اِسی نوعیّت کا تھا۔ اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا اور سارا دارومدار اِن پر تھا۔ یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے۔ سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت مولانا مدنی ؒ پر تھا۔ اُس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحبِ عزم مجاہد بندے وہاں جمع رہے ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں۔ آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور اور دیوبند مشرقی پنجاب کے اُن اضلاع سے متصل ہیں جہاں کشت وخون کا ہنگامہ گرم تھا لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم واستقلال کے ساتھ جمے رہے اور اِنہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اِسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا۔

اِنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اگر فتوی کی ضرورت ہو تو ہم فتوی دینے کو تیار ہیں۔ اِس وقت ہندوستان میں جو مسجدیں قائم ہیں اور اُن میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ اُن کا طفیل ہے، ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں قائم ہیں اَور جو فیوض وبرکات اُن سے صادر ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے اِن ہی کے مرہونِ منّت ہوں گے اور اِن سب کا ثواب اِن کے اعمال نامے میں لکھا جاتا رہے گا۔ اِس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے سارے ملک کا دَورہ بھی کیا ایمان آفریں اَور وَلولہ انگیز تقریریں بھی کیں اور اپنے ذاتی اَثرورُسوخ اپنی تقریروں اور خود اپنے طرزِ عمل سے مسلمانوں کو اِس ملک میں رہنے اور اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اَور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا۔

(مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی زِید مجدہم، ماخوذ اَز واقعات ص ۲۱۹)

حامد میاں غفرلہٗ

دوشنبہ ۲۹ر صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۵ر دسمبر ۱۹۸۳ء

جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اُمت ِمسلمہ کی مائیںؓ قسط : ۱۱

حضرت سَودَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد اُسی سال آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اِن دونوں میں پہلے کس سے نکاح ہوا اِس میں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے لیکن حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں مسند امام احمدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ وَکَانَتْ اَوَّلَ امْرَأَۃٍ تَزَوَّجَھَا بَعْدِی میرے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے جس سے نکاح فرمایا وہ سودہ تھیں۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اَور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا نکاح کرانے میں حضرت خولہؓ بنت ِحکیم کی کوشش کو بڑا دخل ہے۔ وہ پہلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے پاس گئیں اَور آخر اُن کی کوشش کامیاب ہوئی یعنی آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوگیا۔ اُس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اَور اُن سے کہا کہ تمہیں خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت کا تمہارے ساتھ اِرادہ فرمایا ہے؟ اُنہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اِس لیے بھیجا ہے کہ تمہیں آپ ﷺ کی طرف نکاح کا پیغام دُوں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے والد سے اِس کا تذکرہ کرو، یہ سن کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اُن کے والد کے پاس پہنچیں اَور اُن کو سلام کیا۔

اُنہوں نے پوچھا یہ سلام کرنے والی کون ہیں؟ جواب دیا حکیم کی بیٹی خولہ ہوں۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا محمد بن عبداللہ (ﷺ) کا پیغام لے کر آئی ہوں کہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اُن سے ہوجائے۔ اُنہوں نے جواب دیا موقع اچھا ہے آدمی بہت مناسب ہیں مگر یہ بتاؤ سودہ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ سودہ رضی اللہ عنہا راضی ہیں۔ اُنہوں نے کہا اچھا ذرا اُس کو بلاؤ میں اُس سے پوچھ لوں۔ چنانچہ وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو بُلا لائیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے بیٹی سے دریافت کیا کہ

اے بٹیا! یہ کہتی ہیں کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) نے تجھ سے نکاح کرنے کے لیے اپنا پیغام بھیجا ہے۔ میرے نزدیک جگہ بہت مناسب ہے، کیا تیری خوشی ہے کہ میں تیرا نکاح اُن سے کروں؟

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا جی ہاں میری رائے ہے یہ سن کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا اچھا اُن کو بلالاؤ چنانچہ وہ آنحضور ﷺ کو بلالائیں اَور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ ﷺ سے کردیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدبن زمعہ اُس وقت موجود نہ تھے جب وہ گھر آئے اَور اِس واقعہ کی خبر ہوئی تو اِسے بڑا واقعہ سمجھ کر سر پر خاک ڈالی یہ کیا غضب ہوگیا؟ اُس وقت وہ کافر تھے۔ بعد میں جب اِسلام قبول کیا تو اپنی اِس نادانی پر افسوس کیا کرتے تھے کہ میری بہن آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں اَور میں نے اِسے ایسا واقعہ سمجھا کہ اظہارِ رنج کے لیے سر پر خاک ڈالی۔ (البدایہ)

نکاح کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اَور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبوت کے گھرانے کی دیکھ بھال اِن کے سپرد ہوئی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ''زمعہ'' اَور والدہ کا نام ''شموس'' تھا پہلے اُن کا نکاح اُن کے چچیرے بھائی حضرت سکرانؓ بن عمر سے ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی سابقین اوّلین میں سے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دَور میں مسلمان ہوگئے تھے اَور مشرکین مکہ کی اَذیتوں سے تنگ آکر جو مسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اُن میں یہ دونوں میاں بیوی بھی تھے، حبشہ سے واپس ہوکر مکہ مکرمہ میں حضرت سکران رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی اَور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سکرانؓ نے حبشہ ہی میں وفات پائی (کمافی التہذیب)۔ اِس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اِن سے نکاح کیا (البدایہ والاستیعاب) پہلے شوہر نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اُنہوں نے جوانی کی عمر پائی اَور جنگ جلولاء (فارس) میں اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہادت کا جام پیا۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۲

تربیتِ اَولاد

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل و نقل اور تجربہ کی روشنی میں اَولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اِسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں۔ پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اِس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اِس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی اِنشاء اللہ۔ اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

بچہ کی پیدائش کے موقع پر رسمی طور پر لین دین :

بچہ پیدا ہونے کے بعد گھر والوں کے ساتھ خاندان کی عورتیں بطورِ نیوتے کے (رسمی طور پر) کچھ جمع کر کے دیتی ہیں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اِن دینے والوں کا مقصود اَور نیت کیا ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اُس وقت کی تو خبر نہیں کیا مصلحت ہو، شاید خوشی کی وجہ سے ہو سب عزیزوں کا دِل خوش ہو۔ مگر اَب تو یقینی بات ہے کہ خوش ہو یا نہ ہو دِل چاہے یا نہ چاہے دینا ہی پڑتا ہے۔ خاندان کی بعض عورتیں نہایت مفلس اَور غریب ہوتی ہیں۔ اُن کو بھی اِصرار کے ساتھ بلایا جاتا ہے اگر نہ جائیں تو عمر بھر شکایت کرتی ہیں اَور اگر جائیں تو دینے کے واسطے انتظام کر کے لے جائیں ورنہ سخت ذِلت اور شرمندگی ہوگی۔

غرض جاؤ اَور جبرًا قہرًا ادے کر آؤ۔ یہ کتنا صریح ظلم ہے کہ گھر بُلا کر لُوٹا جاتا ہے۔ خوشی کی جگہ بعضوں کو تو پورا جبر گزرتا ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ یہ ٹیکس نہ اَدا کیا جائے سرکاری مال گزاری میں اکثر مہینوں کی دیر ہوجاتی

ہے مگر اِس میں منت کا توقف نہیں ہوتا بلکہ معیاد سے پہلے انتظام کرلینا واجب ہے۔اَب فرمائیے کہ اِس طرح اَور اِس نیت سے مال خرچ کرنا اَور گھر والوں کے لینے دینے کا ذریعہ بننا کہاں جائز ہے۔کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض اپنی بڑائی اَور نیک نامی ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اُس کو ذِلت کا لباس پہنائیں گے یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جائے اُس پر عذاب ہوگا۔اِس سے معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت و ناموری کی نیت سے جائز نہیں۔اَور یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کہیں گے کہ فلاں نے اِتنا دیا ورنہ طعنہ دیں گے کہ اِتنے کنجوس ہیں ایسے آنے کی کیا ضرورت تھی، دینے والے کو تو یہ گناہ ہوا۔

اَب لینے والے کو سنیے۔حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کا مال اُس کی دِلی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔ سو جب کسی شخص نے جبرًا کراہت سے دیا تو لینے والے کو لینے کا گناہ ہوا۔اگر دینے والا باوسعت ہے (صاحبِ حیثیت ہے) اَور اِس پر جبر بھی نہیں ہوا۔مگر غرض تو اُس کی بھی وہی شیخی اَور فخر کرنا ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جو فخر کے لیے کھانا کھلائیں۔غرض ایسے شخص کا کھانا یا اُس کی چیز لینا بھی ممنوع ہے کیونکہ اُس کی معصیت کی اَعانت (مدد) ہے اَور معصیت کی اَعانت کرنا خود معصیت ہے۔غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا۔

اَب گھر والوں کو لیجیے کہ وہی لوگ بُلا بُلا کر اُن گناہوں کا سبب ہوئے تو وہ بھی گناہ گار ہوئے غرض کہ اچھا نیوتہ ہوا کہ سب کو گناہ میں ملوث کردیا۔اَور نیوتہ کی رسم تو اکثر تقریبوں میں اَدا کی جاتی ہے۔اِس میں مذکورہ خرابیوں کے علاوہ ایک خرابی اَور بھی ہے وہ یہ کہ جو نیوتہ آتا ہے وہ سب باقاعدہ اَلْمَعْرُوْفُ كَالْمَشْرُوْطِ اپنے ذمہ قرض ہوجاتا ہے اَور قرض کا بلا ضرورت لینا منع ہے۔پھر قرض کا یہ حکم ہے کہ جب کبھی اپنے پاس ہوا اَدا کرنا ضروری ہے اَور یہاں یہ انتظار کرنا پڑتا ہے کہ اِس کے یہاں جب کوئی کام ہو تب اَدا کیا جائے۔اگر کوئی شخص نیوتہ کا بدلہ ایک آدہ ہی دِن کے بعد دینے لگے تو ہرگز کوئی قبول نہ کرے، یہ دُوسرا گناہ ہوا۔

اَور قرض کا حکم یہ ہے کہ گنجائش ہو اَدا کرو، پاس میں نہ ہو تو نہ دو جب ہوگا دے دیا جائے گا۔اَور یہاں حال یہ ہے کہ گنجائش ہو یا نہ ہو مگر اُس وقت اَدا کرنا واجب ہے۔غرض تینوں حالتوں میں شریعت کی

مخالفت کی جاتی ہے۔ اِس لیے یہ مروج رسم جائز نہیں رہی۔ (بہشتی زیور)

زبردستی کا اَور عجیب قسم کا قرض :

اَور عجیب بات یہ ہے کہ قرض کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کے وقت اَدا کر دیتا ہے اَور یہ عجیب قسم کا قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مقروض بنو۔ اَور پھر جس وقت اَدا کرنا چاہو اَدا نہ کر سکو۔ اگر کوئی شخص اگلے دِن نیوتہ (بیہواری لین دین) کا روپیہ اَدا کرنے کے لیے جائے تو ہرگز نہ لیں۔ اَور یہ کہیں کہ ہم نے کیا آج کے لینے کے لیے واسطہ دیا تھا؟ ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوگی اُس وقت دینا۔ سو احادیث میں قرض کے باب میں سخت وعید آئی ہے اِس سے مراد وہی قرض ہے جو بلا حاجت ہو۔ خواہ مخواہ بے ضرورت مقروض ہونا بے شک شارع علیہ السلام کی مرضی کے خلاف ہے۔ پھر ایک شخص حق واجب سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے اَور اُس کو کوئی شخص گرانبار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ اَور بھی مذموم ہے۔ سو اِس نیوتہ کی رسم میں دونوں خرابیاں ہیں ایک لینے والے کے واسطے دُوسری دینے والے واسطے۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

وفیات

گزشتہ ماہ درج ذیل حضرات وفات پاگئے : جناب سیّد سلیم احمد صاحب زیدی کے بھائی جناب سیّد شکیل احمد صاحب زیدی، مولانا شاہد ریاض صاحب کے والد ریاض الدین صاحب، مولانا عبدالباسط صاحب کے والد جناب عبدالمجید صاحب، جناب ڈاکٹر محمد امجد صاحب کے ماموں ریاض الدین صاحب اور خالو جناب فیاض الدین صاحب، جناب نور احمد صاحب کے بھتیجے محمد ناظم صاحب، جناب محمد عمر ڈار صاحب کی نانی صاحبہ، جناب فیروز صاحب کی اہلیہ، جناب خالد شفیع صاحب کے سسر صاحب، خرم بٹ صاحب کے والد غلام قادر صاحب، جامعہ کے ڈرائیور محمد اقبال کے چچا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۱

ہیں کواکب کچھ ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

راہبر کے رُوپ میں راہزن

زید زمان المعروف زید حامد کا تعارف اور اِن جیسے دُوسرے ملحدین کا طریقۂ وَاردات
اور اِن کے دجل وفریب سے بچنے اور محفوظ رہنے کی تدابیر

﴿ حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری مدظلہم ﴾

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اکتوبر نومبر ۲۰۰۸ء میں راقم الحروف نے قربِ قیامت کے فتنوں اور فتنہ پروروں کی نشاندہی کرتے ہوئے حدیث کی مشہور کتاب کنز العمال کی ایک روایت کے حوالہ سے اِنسان نما شیطانوں کے اِضلال وگمراہی کی نشاندہی کی اور ضمناً ٹی وی کے ''نامور تجزیہ نگار'' زید حامد کا تذکرہ کرتے ہوئے اِس کی طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ کل کا زید زمان آج کا ''زید حامد'' ہے اور یہ بدنامِ زمانہ اور مدعی نبوت یوسُف کذّاب کا خلیفۂ اوّل ہے،

جو یوسف کذاب کے واصل جہنم ہونے کے بعد ایک عرصہ تک منقار زیرِ پَر اور خاموش رہا، جب لوگ، ملعون یوسف کذاب اور اس کے ایمان کُش فتنہ کو قریب قریب بھول گئے تو اُس نے زید حامد کے نام سے اپنے آپ کو منوانے اور متعارف کرانے کے لیے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل سے معاملہ کر کے اپنی زبان و بیان کے جوہر دِکھلانا شروع کر دیے اور بہت جلد مسلمانوں میں اپنا نام اور مقام بنانے میں کامیاب ہو گیا، یہ بات بھی غلط ہے کہ براس ٹیکس نجی ٹی وی چینل کا پروگرام ہے، یہ پروگرام زید زمان کی اپنی کمپنی براس ٹیکس کا تیار کردہ ہے کیونکہ

اسلام آباد میں مقیم ہمارے ایک باخبر دوست کے مطابق ایک اہم اِدارے کا اسپانسر پروگرام ہے، ظاہر ہے کہ اِس طرح کے پروگرام کی تیاری اور آن ایئر جانے پر خطیر رقم خرچ ہوتی ہے، (ڈاکٹر فیاض عالم، روزنامہ جسارت کراچی) بہرحال یہ سب کچھ اُس کی چرب لسانی، تُک بندی اور جھوٹی سچی معلومات کا کرشمہ ہے ورنہ زید حامد کے پس منظر میں جھانک کر دیکھا جائے تو یہ ملعون یوسف کذاب کے عقائد ونظریات کا علمبردار اور اُس کی فکروسوچ کا داعی ومناد ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ چشم بدُور یہ اُس کا صحابی، خلیفہ، اُس کا معتمد خاص، اُس کا سفر وحضر کا ساتھی، مشکل وقت میں اُس کا معاون و مددگار، اُس کے مقدمہ اور کیس کی پیروی کرنے والا اور طرف دار رہا ہے۔

راقم کی یہ تحریر جب ماہنامہ بینات کراچی اور ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع ہوئی تو ہمارے بہت سے محترم ومعزز اَحباب ورُفقاء اور دین و مذہب سے وابستگی رکھنے والے مخلصین نے فون پر رابطہ کرکے میری فہمائش کرنا چاہی کہ : زید حامد تو بہت اچھا آدمی ہے بلکہ وہ اِس دور میں مسلمانوں کا واحد ترجمان اور نمائندہ ہے کیونکہ جس طرح یہ یہودیوں اور امریکا کے خلاف اور جہادِ افغانستان کے حق میں بولتا ہے، دُوسرا کوئی اِس کی ہمت وجرأت نہیں کرسکتا بلکہ جس بے باکی اور بے خوفی سے یہ شخص بولتا ہے اِس سے یہی لگتا ہے کہ یہ خالص ''طالبان'' ہے۔ اس کے علاوہ آج جب کوئی شخص اپنے اندر مسلمانوں، جہاد اور اِسلام کے حق میں لکھنے اور بولنے کی ہمت و جرأت نہیں پاتا، بلکہ جب سب لکھنے اور بولنے والوں کی زبان وقلم کا رُخ اسلام، اسلامی شعائر، جہاد، مجاہدین اور طالبان کے خلاف ہے، بلاشبہ اِس جیسے مردِ مجاہد کی زبان و بیان سے اسلام اور مسلمانوں کی ترجمانی، لق ودق صحرا میں کسی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے یا شجر سایہ دار کے مترادف ہے؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو اس مردِ مجاہد کی مخالفت کیوں؟

یوں تو اس سلسلہ میں بہت سے حضرات نے نہایت اِخلاص سے مجھے سمجھانے کی سعی وکوشش کی مگر ہمارے بہت عزیز اور باقاعدہ سند یافتہ عالم دین مولانا محمد یوسف اسکندر سلّمہ نے اِس موقع پر خاصی جذباتیت کا مظاہرہ فرمایا، چنانچہ فرمانے لگے کہ :

''آپ حضرات بلاتحقیق کسی کو کافر وملحد لکھنے اور باور کرانے میں ذرّہ بھر تأمل نہیں کرتے، مولانا! ایک ایسا شخص جو آپ کا، اسلام کا، مسلمانوں کا، جہاد کا، مجاہدین کا اور طالبان کا ترجمان ہے اور اُس کی آواز

دُنیا بھر میں سنی جاتی ہے اور دُنیا اُس کے علم وفہم اور مبنی بر صداقت تجزیوں اور یہود وامریکا کے خلاف بے لاگ تبصروں پر خراج اور تحسین کے ڈونگرے برساتی ہے، آپ نے بیک جنبشِ قلم اُس کو مخالفین کے کیمپ اور پلڑے میں ڈال کر کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ مولانا! آپ خود ہی اِس کا فیصلہ فرمائیں کہ جو شخص اِسلام دُشمن ہوگا، وہ اِسلام اور مسلمانوں کے حق میں کیونکر بولے گا؟ اور جو امریکا اور یہودیوں کا ایجنٹ ہوگا وہ یہودیوں اَور امریکا کے خلاف سرِ عام لب کُشائی کیوں کرے گا؟''

میں نے غور سے اُن کی تقریر سنی اور عرض کیا : عزیزمن! کسی آدمی کا اچھا مقرر ہونا، عمدہ تجزیہ نگار ہونا، وسیع معلومات سے متصف ہونا، کسی کی چرب زبانی اور طاقت لسانی، اُس کے ایمان دار ہونے کی علامت اور نشانی نہیں ہے کیونکہ بہت سے باطل پرست ایسے گزرے ہیں جو اِن کمالات سے متصف ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ اپنے اِن کمالات واَوصاف کو اپنے کفر اِلحاد اور باطل نظریات کی اشاعت و تبلیغ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں، صرف ایک صدی پیشتر متحدہ ہندوستان کے غلیظ فتنہ، فتنہ قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتدائی زندگی کا جائزہ لیجیے تو اَندازہ ہوگا کہ شروع شروع میں اُس نے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کا نمائندہ اِسلام کا ترجمان اور آریوں اور عیسائیوں کے خلاف مناظر باور کرایا تھا، مگر یہ سب کچھ ایک خاص وقت اور ایک خاص مقصد کے لیے تھا۔ وہ یہ کہ کسی طرح مسلمانوں میں اُس کا نام اور مقام پیدا ہوجائے اور بحیثیتِ مسلمان اُس کا تعارف ہوجائے، مسلمان اُس کے قریب آجائیں اور مسلمانوں کا اُس پر اعتماد بیٹھ جائے، چنانچہ جب اُس نے محسوس کیا کہ اِن مناظروں اور مباحثوں سے اُس کے مقاصد حاصل ہوگئے ہیں، تو اُس نے اپنے باطل اَفکار ونظریات کا اظہار کرکے اپنے پر پرزے نکالنا شروع کردیے، اُس کے بعد اُس نے جو گل کھلائے، وہ کسی باخبر اِنسان اور ادنیٰ مسلمان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

ٹھیک اِسی طرح زید حامد بھی ایک خاص حکمتِ عملی کے تحت یہ سب کچھ کر رہا ہے، لہٰذا جس دن اُس کو اَندازہ ہوجائے گا کہ اُس کا مقصد پورا ہوگیا ہے یا مسلمانوں میں اُس کا اعتماد، مقام اَور تعارف ہوگیا ہے، یہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنے پوشیدہ اَفکار وعقائد کا اظہار واعلان کردے گا۔

میرے خیال میں میری اِس تقریر سے عزیز مولوی محمد یوسف سلّمہٗ کا ذہن تو صاف نہیں ہوا، البتہ

اُس نے میری سفید ڈاڑھی اور عمر کے فرق کا لحاظ کرتے ہوئے وقتی طور پر خاموشی اختیار کرلی۔تاہم اُس نے میرے مضمون میں دیے گئے موصوف کی ویب سائٹ کے پتہ پر زید حامد سے رابطہ کیا، تو آگے سے اُس نے بھی ٹھیک وہی تقریر جھاڑی کہ یہ میرے خلاف خواہ مخواہ کا غلط پروپیگنڈا ہے، اور مولوی مجھ سے خواہ مخواہ بُغض رکھتے ہیں یا مجھ سے پرخاش رکھتے ہیں، وغیرہ وغیرہ، ورنہ میرا کسی یوسف کذاب سے کوئی تعلق نہیں رہا بلکہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا۔

بہرحال ویب سائٹ پر اُن کی بات چیت اور چیٹنگ جاری تھی کہ میرے رفیق کار مولانا محمد اعجاز صاحب نے انہیں ''یوسف کذاب'' نامی کتاب پیش کردی، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے عزیز مولوی محمد یوسف اسکندر صاحب کو جنہوں نے نہایت غور وخوض سے اُس کا مطالعہ کیا تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور اُن پر حقیقت حال منکشف ہوگئی۔

چنانچہ اُنہوں نے حکمت و دانش مندی اور سلیقہ سے زید حامد کے ساتھ براہِ راست سوال و جواب کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے پوچھا کہ: اگر تمہارا یوسف کذاب سے کوئی تعلق نہیں تھا تو اِس کتاب میں اور یوسف کذاب کے مقدمہ میں تمہارا نام کیوں ہے؟ اور تم نے اُس کے مقدمہ کی پیروی کیوں کی تھی؟ اور تم نے اُس مقدمہ کے فیصلہ کے بعد روزنامہ ڈان کراچی میں اُس فیصلہ کو اِنصاف کے قتل سے کیوں تعبیر کیا؟ اور مدعی نبوت یوسف کذاب کو ایک مہربان اور اِسلام کے معزز صوفی اور اسکالر کے طور پر کیوں پیش کیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض مسلسل سوالوں کے بعد اُس نے بہرحال اِتنا اعتراف کرلیا کہ جی ہاں میرا اُس مقدمہ میں کسی حد تک کردار رہا ہے۔ چنانچہ اُس کے اِس اعتراف کے بعد مولوی محمد یوسف اسکندر صاحب کو زید حامد کی حقیقت سمجھ میں آگئی۔

خیر یہ تو ایک سمجھ دار عالم دین کا معاملہ تھا، اِس کے علاوہ اَور بھی بہت سے دیندار حضرات کو میری اِس تحریر پر اعتراض تھا اور ہے، چنانچہ بہت سے مخلصین نے یہ کہہ کر اِس بحث کو ختم کردیا کہ سعید احمد جلال پوری کو یا تو غلط فہمی ہوئی ہے یا پھر اُس کو صحیح معلومات نہیں دی گئیں۔

اِسی طرح جناب حافظ توفیق حسین شاہ صاحب نے روزنامہ جنگ کراچی میں حامد میر کے جواب میں راقم الحروف کے مضمون کی اشاعت پر اپنے میسج میں لکھا :

''حضرت مدنی رحمہ اللہ سے متعلق بہترین جوابات بھی انہماک سے پڑھے ہیں، میں خاکسار آپ کی توجہ کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ٹی وی ون کے ایک پروگرام میں ایک زبردست مجاہد صحافی زید حامد صاحب نے گستاخ حامد میر کو ''را'' کا ایجنٹ قرار دیا ہے،

فون:0300-3345123''

دیکھا آپ نے اِن صاحب نے بھی زید حامد کو ''زبردست مجاہد صحافی'' لکھا، الغرض اِس قسم کے دَسیوں حضرات موصوف کے سحر میں گرفتار ہیں اور اُن کی تقریر و بیان اور تنقید و تجزیوں کو اپنے دل کی آواز سمجھتے ہیں، صرف اِس لیے کہ اُن کے سامنے زید حامد کی تصویر کا ایک رُخ ہے اور اُس کی زندگی کا دُوسرا بھیانک رُخ اُن کے سامنے نہیں ہے، جس میں وہ مدعیٔ نبوت یوسف علی کذاب کا خلیفہ اوّل، ناموسِ رسالت کا غدّار اور فلسفۂ اجرائے نبوت کا قائل، یوسف کذاب کی فاشسٹ زندگی، اُس کی زنا کاری و بدکاری، کالے کرتوتوں کا حامی بلکہ اُس کے وکیل صفائی کا کردار اَدا کرتا رہا ہے، حدتو یہ ہے کہ وہ قوم کی عزت مآب ماؤں، بہنوں، بہوؤں اور بیٹیوں کی عزت تارتار کرنے والے کو نعوذ باللہ نبی و رسول باور کراتا رہا ہے۔

جب یہ بات طے ہے کہ کل کے زید زمان اور آج کے زید حامد نے یوسف علی کذاب کے عقائد و نظریات سے توبہ نہیں کی، بلکہ وہ آج بھی اُس کے خلاف عدالتی فیصلہ کو اِنصاف کا خون کہتا ہے تو یقیناً آج بھی وہ کذاب یوسف علی کی روِش، اُس کے مشن اور عقائد و نظریات کا حامی و داعی ہے، فرق صرف اِتنا ہے کہ کل تک وہ کھل کر اُس کا جانبدار اَور وکیلِ صفائی تھا، مگر اَب وہ حالات کا دَھارا دیکھ کر وقتی اور عارضی طور پر اُس کی وکالت و ترجمانی سے کنارہ کش خاموش اور حالات کے سازگار ہونے کا منتظر ہے۔

اِس لیے ضروری ہوا کہ اس مارِ آستین کی زہرناکی اور فتنہ سامانی سے قوم کو آگاہ کیا جائے اور اُس کے خطرناک عزائم و اِرادوں سے بھولی بھالی اِنسانیت کو آشنا کیا جائے، لہٰذا طے ہوا کہ زید حامد اور یوسف کذاب کے پرانے تعلق داروں سے رابطہ کر کے صحیح صورتِ حال معلوم کر کے اَصل حقائق مسلمانوں تک پہنچائے جائیں، لہٰذا اِس سلسلہ میں جب رابطہ مہم شروع کی گئی تو بحمد اللہ! اچھا خاصا مواد اور اُس حلقہ کے کئی ایسے حضرات مل گئے جو زید حامد کو بچپن سے اَب تک جانتے ہیں اور اُس کی زندگی کے اِنقلابات اور قلابازیوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

چنانچہ جب اُن افراد سے رابطہ کیا گیا تو اُنہوں نے نہایت ہی خلوص و اِخلاص سے نہ صرف سارے حقائق اور معلومات مہیا کیں بلکہ دفتر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کراچی میں تشریف لا کر اِس بات کی یقین دہانی کرائی کہ ہم اِس سلسلہ میں ہر جگہ جانے بلکہ زید حامد سے بات چیت کرنے کے لیے بھی تیار ہیں۔

اِس سے پہلے کہ ہم زید حامد کے بارے میں وہ دلائل و براہین اور قرائن و شواہد پیش کریں جن سے ثابت کیا جائے کہ زید حامد مدعی نبوت یوسف کذاب کا ......نعوذ باللہ...... صحابی، خلیفہ اوّل، اُس کے عقائد و نظریات کا علمبردار اَور اُس کی فکر و فلسفہ کا داعی و مناد ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنا وہ مضمون اور تحریر بھی یہاں نقل کر دی جائے جو زید حامد کے فتنہ سے آگاہی کا سبب اور ذریعہ بنی اور یہ اِس لیے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات نے یہ تحریر نہیں پڑھی یا ابھی تک اُن کی نگاہ سے نہیں گزری، اُن کے دل و دماغ میں بڑی شدّت سے یہ خیال آ رہا ہوگا کہ آخر وہ کون سا مضمون اور تحریر ہے جس کے ذریعہ اِس نام نہاد ''مردِ مجاہد'' یا ''مسلمانوں، اسلام اور طالبان کے ترجمان'' کے خفیہ پروگرام اَور زیرِ زمین منصوبے کو چیلنج کیا گیا؟ یا اُس کی ردائے باطنیت کو چاک کیا گیا ہے؟ لیجیے پہلے وہ تحریر پڑھیے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

آنحضرت ﷺ نے بارگاہِ الٰہی سے اِطلاع پا کر قیامت تک پیش آنے والے حالات و واقعات کی اُمت کو اطلاع دی ہے اور اُنہیں ممکنہ خطرات و اندیشوں سے آگاہ فرمادیا ہے۔ اِسی طرح قربِ قیامت میں جو جو فتنے ظہور پذیر ہوں گے یا جن جن طریقوں سے اُمت کو گمراہ کیا جا سکتا تھا، آپ ﷺ نے اُن کی پیشگی اطلاع دے کر اُمت کو اُن سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ اہلِ علم اور علماء جانتے ہیں کہ احادیث کی تمام متداول و مُروّج کتب میں حضراتِ محدثینؒ نے ''ابواب الفتن'' یا ''کتاب الفتن'' کا عنوان قائم کر کے ایسی تمام احادیث اور روایات کو یکجا کر دیا ہے۔

یوں تو قربِ قیامت میں بہت سے فتنے اُٹھیں گے مگر اُن میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا فتنہ ہوگا جو اِنسانیت کو اپنی شعبدہ بازیوں سے گمراہ کرے گا۔

دجال اکبر تو ایک ہوگا جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر مقام ''لُدّ'' میں قتل

کریں گے، مگر ایسا لگتا ہے کہ اُس کے علاوہ بھی چھوٹے چھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو اُمت کو گمراہ کرنے میں دجالِ اکبر کی نمائندگی کی خدمت انجام دیں گے۔

اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اُمت کو اِس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ وہ ایسے ایمان کُش راہزنوں اور دجالوں سے ہوشیار رہے کیونکہ قربِ قیامت میں شیاطین اِنسانوں کی شکل میں آکر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ اِس کامیابی سے اپنی تحریک کو اُٹھائیں گے کہ کسی کو اُن کے شیطان، دجال یا جھوٹے ہونے کا وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ علاء الدین علی متقیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف کنزالعمال میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اُن اِنسان نما شیاطین کے دجل و اِضلال، فتنہ پرور سازشوں اور دجالی طریقہ کار کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ :

اُنْظُرُوْا مَنْ تُجَالِسُوْنَ وَعَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَتَصَوَّرُوْنَ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ فِيْ صُوَرِ الرِّجَالِ ، فَيَقُوْلُوْنَ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا. وَاِذَا جَلَسْتُمْ اِلٰى رَجُلٍ فَاسْئَلُوْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَ اسْمِ اَبِيْهِ وَعَشِيْرَتِهٖ ، فَتَفْقِدُوْنَهٗ اِذَا غَابَ.'' (مستدرك حاكم ، مسند فردوس ديلمى ، كنزالعمال ص ۲۱۴ ج ۱۰)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم لوگ یہ دیکھ لیا کرو کہ کن لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو اَور کن لوگوں سے دین حاصل کر رہے ہو؟ کیونکہ آخری زمانہ میں شیاطین اِنسانوں کی شکل اختیار کرکے اِنسانوں کو گمراہ کرنے آئیں گے اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچا باور کرانے کے لیے من گھڑت سندیں بیان کرکے محدثین کی طرز پر کہیں گے: حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا مجھے فلاں نے بیان کیا، مجھے فلاں نے خبر دی وغیرہ وغیرہ لہٰذا جب تم کسی آدمی کے پاس دین سیکھنے کے لیے بیٹھا کرو تو اُس سے اُس کا اُس کے باپ کا اور اُس کے قبیلہ کا نام پوچھ لیا کرو اِس لیے کہ جب وہ غائب ہو جائے گا تو تم اُس کو تلاش کروگے۔''

قطع نظر اِس روایت کی سند کے اِس کا نفس مضمون صحیح ہے۔ بہرحال اِس روایت میں چند اہم باتوں کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے، مثلاً :

(۱) مسلمانوں کو ہر اَیرے غیرے اور مجہول اِنسان کے حلقہ درس میں نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ کسی سے علمی استفادہ کرنے سے قبل اِس کی پوری تحقیق کرلینا ضروری ہے کہ یہ آدمی کون ہے، کیسا ہے، کس خاندان اور قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اَور اس کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟

(۲) اُس کے اَساتذہ کون سے ہیں؟ کس درس گاہ سے اُس نے علم حاصل کیا ہے؟

(۳) اُس کا علم خودرَو اور ذاتی مطالعہ کی پیداوار تو نہیں؟ کسی گمراہ، بے دین، ملحد اَور مستشرق اَساتذہ کا شاگرد تو نہیں؟

(۴) اُس شخص کے اَعمال و اَخلاق کیسے ہیں؟ اُس کے ذاتی اور نجی معاملات کیسے ہیں؟ کہیں یہ شعبدہ باز اور دین کے نام پر دُنیا کمانے والا تو نہیں؟

(۵) اُس کا سلسلہ سند کیا ہے؟ یہ جھوٹا اور مکار تو نہیں؟ یہ جھوٹی اَور من گھڑت سندیں تو بیان نہیں کرتا؟ کیونکہ محض سندیں نقل کرنے اور " اَخْبَرَنَا " وَ " حَدَّثَنَا " کہنے سے کوئی آدمی صحیح عالمِ ربانی نہیں کہلاسکتا اِس لیے کہ بعض اَوقات مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے کافر و ملحد بھی اِس طرح کی اصطلاحات استعمال کیا کرتے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مقرر و مدرس، واعظ یا ''وسیع معلومات'' رکھنے والے ''اسکالر'' و ''ڈاکٹر'' کی بات پر کان نہ دھریں، بلکہ اُس کے بارہ میں پہلے مکمل تحقیق کرلیا کریں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اور اِن کے علم و تحقیق کا حدود ِاَربعہ کیا ہے؟ کہیں یہ منکرِ حدیث، منکرِ دین، منکرِ صحابہ، منکرِ معجزات، مدعیِ نبوت یا اُن کا چیلہ چانٹا تو نہیں؟

چنانچہ ہمارے دَور میں اِس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ریڈیو، ٹی وی یا عام اجتماعات میں ایسے لوگوں کو پذیرائی حاصل ہوجاتی ہے جو اپنی چرب زبانی اور ''وسعتِ معلومات'' اور رنگ بندی کی بنا پر مجمع کو مسحور کرلیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے لوگ اُن کے قائل، معتقد اور عقیدت مند ہوجاتے ہیں، اُن کے بیانات، دروس اور لیکچرز کا اہتمام کرتے ہیں، اُن کی آڈیو، ویڈیو کیسٹیں، سی ڈیز اور ڈی وِی ڈیز بنا بنا کر

دُوسروں تک پہنچاتے ہیں لیکن جب اِن بے دینوں کا حلقہ بڑھ جاتا ہے اور اِن کی شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے تو وہ کھل کر اپنے کفر وضلال اور باطل وگمراہ کن عقائد ونظریات کا پرچار شروع کر دیتے ہیں، تب عقدہ کھلتا ہے کہ یہ تو بے دین، ملحد، بلکہ زندیق اور دھریہ تھا اور ہم نے اُس کے باطل وگمراہ کن عقائد ونظریات کی اشاعت وترویج میں اُس کا ساتھ دیا اور جتنا لوگ اُس کے دامِ تزویر میں پھنس کر گمراہ ہوئے یا آئندہ ہوں گے، افسوس! کہ اُن کے گمراہ کرنے میں ہمارا مال ودولت اور محنت ومساعی استعمال ہوئی ہیں۔

اِس روایت میں یہی بتلایا گیا ہے کہ بعد کے پچھتاوے سے بہتر ہے کہ پہلے اِس کی مکمل تحقیق کر لی جائے کہ ہم جس شخص سے علم اَور دین سیکھ رہے ہیں، یہ اِنسان ہے یا شیطان؟ مسلمان ہے یا ملحد؟ مؤمن ہے یا مرتد؟ تاکہ خود بھی اور دُوسرے بھی ایسے شیاطین وملحدین کی گمراہی اَور گمراہ کن دعوت سے بچ سکیں۔

حال ہی کی بات ہے کہ متعدد اَحباب نے پوچھا کہ زید حامد نام کا ایک اسکالر آج کل ٹی وی پر آرہا ہے، جس کی براس ٹیکس ڈاٹ کام (brasstacks.com) کے نام سے ایک ویب سائٹ ہے جس میں اُس کا مکمل تعارف اور اُس کی تقاریر موجود ہیں، اِسی ویب سائٹ میں بتلایا گیا ہے کہ یہ شخص جہادِ افغانستان میں بھی شریک رہا ہے۔ چونکہ آج کل وہ کھل کر امریکا اور یہودیوں کے خلاف بولتا ہے، اِس کے ساتھ ساتھ اُس کے پاس جھوٹی سچی معلومات کا ذخیرہ ہے اور وہ نہایت ہی چرب لسان ہے، لہٰذا لوگ دَھڑا دَھڑ اُس کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ بتلایا جائے کہ یہ شخص کون ہے؟ اور اُس کے عقائد ونظریات کیا ہیں؟ اِس پر جب ہم نے اپنے طور پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص ملعون یوسف کذاب...... جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اُس کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس کو گرفتار کرا کے حوالہ زندان کیا تھا اور جیل ہی کے اَندر ایک عاشقِ رسول نے اُس کا کام تمام کیا تھا...... کا خلیفہ اوّل ہے اَور اُس کا اصل نام ''زید زمان'' ہے۔

چنانچہ روزنامہ خبریں لاہور کی خبر ملاحظہ ہو :

''ملتان (اسٹاف رپورٹر) نبوت کے جھوٹے دعوے دار کذاب یوسف جو توہین رسالت کے الزام میں گزشتہ ۸ ماہ سے جیل میں بند ہے، نے اپنی غیر موجودگی میں برنکس کمپنی اسلام آباد کے منیجر زید زمان کو خلیفہ اوّل مقرر کر دیا ہے اور تمام چیلوں کو ہدایت کی ہے کہ

وہ زید زمان کے اَحکامات کے مطابق کام کریں۔ زید زمان کو اِس سے قبل ۲۸ رفروری کو کذاب یوسف کی نام نہاد وَرلڈ اسمبلی آف مسلم یونٹی کے لاہور میں ہونے والے اجلاس میں خصوصی طور پر بلایا گیا تھا اور تقریباً سو افراد کی موجودگی میں کذاب یوسف نے اِسے (اپنا) صحابی قرار دیتے ہوئے (نعوذ باللہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم نے زید زمان کو حقیقت عطا کردی ہے۔ اِس پروگرام کی ویڈیو اور آڈیو کیسٹ بھی تیار ہوئی، جو پولیس کے ریکارڈ میں محفوظ ہے اور مقدمہ کا حصہ ہے۔ اُس اجلاس میں صحابی قرار پانے کے بعد زید زمان نے تقریر کی اور کذاب یوسف کی تعریف اور عظمت میں زمین و آسمان کے قلابے ملادیے تھے۔ زید زمان اِن دنوں کذاب یوسف کی رہائی کے سلسلہ میں سرگرم ہے اور عدالت میں ہر تاریخ پر موجود ہوتا ہے۔ کذاب یوسف کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اَڈیالہ جیل میں اُس نے عبادات ترک کردی ہیں اور آج کل خط و کتابت کے ذریعہ رُوٹھے مریدوں کو منانے کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔'' (روزنامہ خبریں لاہور ۸ رنومبر ۱۹۹۷ء)

چنانچہ جب یوسف کذاب جیل میں قتل ہوگیا تو زید زمان اَزخود پس منظر میں چلا گیا اور اپنے آپ کو منظر عام پر لانے کے لیے مناسب وقت کا اِنتظار کرنے لگا۔ ایک عرصہ بعد جب عام لوگوں کے ذہن سے یوسف کذاب کا قضیہ اَوجھل ہوگیا اور لوگ یوسف کذاب اور اُس کے چیلے زید زمان کی دینی اور مذہبی حیثیت سے قریب قریب ناآشنا ہوگئے تو اُس نے اپنے باپ کے نام کے پہلے جزو کے بجائے دُوسرے جزو کو اپنے نام سے ملایا اور زید زمان کی جگہ زید حامد کے نام سے اپنے آپ کو متعارف کرانے اور منوانے کا ناپاک منصوبہ شروع کردیا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اِس ملعون کا تعاقب کریں اور اِس کے دامِ تزویر میں نہ آئیں اور دُوسرے مسلمانوں کو بھی اِس کے متعلق بتلائیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کا دین و ایمان محفوظ رہ سکے۔

اِس کے علاوہ مسلمانوں کو اِس بات کا بھی بطورِ خاص اہتمام کرنا چاہیے کہ مستند علماء اور اَکابر اہلِ حق کے علاوہ کسی عام آدمی کو درس و تدریس کی مسند پر نہ بیٹھنے دیں اور نہ ہی اُس کے حلقہ درس میں بیٹھیں کیونکہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

''وَاِنَّمَا حَقُّ الْعَوَامِ اَنْ یُّؤْمِنُوْا وَیُسْلِمُوْا وَیَشْتَغِلُوْا بِعِبَادَتِهِمْ وَمَعَایِشِهِمْ وَیَتْرُکُوا الْعِلْمَ لِلْعُلَمَاءِ ، فَالْعَامِیُّ لَوْ یَزْنِیْ وَیَسْرِقُ کَانَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِی الْعِلْمِ ، فَاِنَّهٗ مَنْ تَکَلَّمَ فِی اللّٰهِ وَفِیْ دِیْنِهٖ مِنْ غَیْرِ اِتْقَانِ الْعِلْمِ وَقَعَ فِی الْکُفْرِ مِنْ حَیْثُ لَایَدْرِیْ کَمَنْ یَّرْکَبُ لُجَّةَ الْبَحْرِ وَهُوَ لَایَعْرِفُ السَّبَّاحَةَ.''

یعنی عوام کا فرض ہے کہ ایمان اور اِسلام لا کر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں، علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں اِس کو علماء کے حوالہ کر دیں۔ عامی شخص کا علمی سلسلہ میں حجت کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ اور اُس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اَور اُس کو اِس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اُس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے، اِس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اَور سمندر میں کود پڑے۔'' (احیاء العلوم ص: ۳۶، ج: ۳)

لٰہذا غیر مستند حضرات دین و مذہب میں دخل نہ دیں اور نہ ہی درسِ قرآن کی مسندوں پر بیٹھنے کی کوشش کریں، آج کل یہ فتنہ قریب قریب عام ہو رہا ہے کہ ہر جاہل و عامی محض اُردو کتب اور تراجم کی مدد سے درسِ قرآن دینے لگا ہے جبکہ یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ اِس سے دینی، مذہبی اور علمی اعتبار سے نوجوان نسل بہت ہی اضطراب کا شکار ہو رہی ہے کیونکہ وہ دین و مذہب کے بارہ میں علماء سے کچھ سنتے ہیں تو جدید اسکالروں سے کچھ اور، لٰہذا وہ اِس کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟

اس لیے ضروری ہے کہ اربابِ علم و عمل جگہ جگہ ایسے مستند مدرسین، واعظین اور مقررین کا انتظام کریں جو ہر اعتبار سے لائقِ اعتماد ہوں تاکہ نئی نسل کی ذہن سازی ہو اَور وہ اُن جہالت کے علَم برداروں کی گمراہی سے محفوظ رہ سکیں۔ وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(جاری ہے)

گلدستۂ احادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

✿ ✿ ✿

مومنِ کامل کی عمر چالیس سال ہو جائے تو اُسے مختلف بیماریوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے :

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِذَا بَلَغَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً آمَنَهُ اللّٰهُ مِنْ اَنْوَاعِ الْبَلَایَا مِنَ الْجُنُوْنِ وَالْبَرَصِ وَالْجُذَامِ ، وَاِذَا بَلَغَ الْخَمْسِیْنَ لَیَّنَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْهِ حِسَابَهٗ ، وَاِذَا بَلَغَ سِتِّیْنَ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِنَابَةً یُحِبُّهُ اللّٰهُ عَلَیْهَا ، وَاِذَا بَلَغَ السَّبْعِیْنَ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاَحَبَّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ، وَاِذَا بَلَغَ الثَّمَانِیْنَ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنْهُ حَسَنَاتِهٖ وَمَحَامِنْهُ سَیِّآتِهٖ ، وَاِذَا بَلَغَ التِّسْعِیْنَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ، وَسُمِّیَ اَسِیْرَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ وَشُفِّعَ فِیْ اَهْلِهٖ . (مسند احمد ج ۲ ص۸۹)

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے مختلف قسم کی بلاؤں، جنون، برص، جذام سے محفوظ فرما دیتے ہیں، اَور جب پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اُس کا حساب آسان و نرم فرما دیتے ہیں اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اُسے ایسی اِنابت (رجوع الی اللہ) عطا فرماتے ہیں جس پر اُس کا رہنا اللہ پسند کرتے ہیں، اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ اَور آسمان والے (یعنی فرشتے) محبت کرنے لگتے ہیں، اَور جب اَسی سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی نیکیاں قبول فرما لیتے ہیں بُرائیاں مٹا دیتے ہیں، اَور جب نوے سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیتے ہیں اَور اُس کا اَسیر اللہ (اللہ کا قیدی) نام رکھا جاتا ہے اَور اُس کی اُس کے گھر والوں کے حق میں شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے :

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَتِ النُّفَسَآءُ تَجْلِسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ، وَكُنَّا نُطْلِيْ وُجُوْهَنَا بِالْوَرْسِ مِنَ الْكَلَفِ .

(ترمذی ج ا ص ۳۶)

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نفاس والی عورتیں چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں (یعنی نماز روزے وغیرہ سے رُکی رہتی تھیں) اور چہرے کی جھریوں کو صاف کرنے کے لیے وَرْس نامی گھاس کا لیپ کرتی تھیں۔

ف : خواتین کو وِلادت کے بعد جو (اُن کے رحم) سے خون آتا ہے اُسے نِفَاس کہتے ہیں، شریعت میں نفاس کی اقل مدت متعین نہیں، البتہ اکثر مدت متعین ہے جو چالیس دن ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ چالیس دن کے اَندر جب بھی خون آنا بند ہو جائے غسل کر کے نماز روزہ کا اہتمام کریں اَور جتنے دن اُنہیں خون آیا ہے اُتنے دن کی نمازیں معاف ہیں اُن کی قضاء نہیں البتہ روزے قضاء کرنے ہوں گے۔ پھر اگر خون مسلسل چالیس دن یا اِس سے بھی زیادہ آتا رہے تو چالیس دن گزرنے کے بعد غسل کر کے نماز روزہ کا اہتمام کریں اگر چہ خون آتا رہے، چالیس دن کی نمازیں معاف ہیں چالیس دن کے بعد جو خون آرہا ہے وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے جب تک وہ آتا رہے پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز کے لیے نیا وضوء کر کے نماز پڑھیں۔

تنبیہ : آج کل خواتین کے یہاں یہ دستور ہے کہ وہ چالیس دن تک نماز روزے چھوڑے رکھتی ہیں اگر چہ کتنے ہی پہلے خون آنا بند ہو گیا ہو، یہ بات انتہائی غلط ہے اُنہیں چاہیے کہ جب بھی خون آنا بند ہو فورًا غسل کر کے نماز روزے کا اہتمام کریں۔ چالیس دن تک نماز روزہ چھوڑے رکھنا تو صرف اُس عورت کے لیے ہے جسے مسلسل خون آرہا ہو اَور چالیس دن یا اِس سے زیادہ دن آتا رہے، یہ حکم ہر عورت کے لیے نہیں ہے۔

چالیس دن کے اَندر اَندر بال اَور ناخن کاٹ لینے چاہئیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَ الْعَانَةِ وَتَقْلِيْمَ الْاَظْفَارِ وَقَصَّ الشَّارِبِ وَنَتْفَ الْاِبِطِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا مَرَّةً

(ابو داوٗد ج ۲ ص ۲۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمارے لیے زیرِ ناف بال صاف کرنے ، ناخن تراشنے ، مونچھیں کاٹنے اور بغلوں کے بال اُکھیڑنے کے لیے چالیس دن میں ایک مرتبہ وقت مقرر فرمایا ہے۔

ف : فقہاء کرام کا کہنا ہے کہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ ضرور یہ کام کر لینے چاہئیں ، چالیس دن سے زیادہ وقت نہیں گزرنا چاہیے ، یہ مطلب نہیں کہ چالیس دن تک اِن کاموں کو مؤخر رکھا جائے اور چالیس دن گزرنے کے بعد یہ کام کیے جائیں اگر ایسا کیا تو اِن دنوں میں کیے جانے والے سب کام مکروہ ہوں گے۔

بقیہ : درس حدیث

انگریزی اَور یونانی طریقۂ علاج :

یہ جڑی بوٹیوں ہی سے علاج ہوتا تھا اَب بھی جڑی بوٹیوں سے اَور معدنیات سے ہوتا ہے علاج مگر اُس کے اَجزاء نکال کر خاص حصے سے دَوا تیار کر لیتے ہیں یہ طریقہ چلا ہے جسے انگریزی دَواؤں کا طریقہ کہا جاتا ہے، قدیم طریقہ یہ ہے کہ وہ جڑی بوٹی اُسی حالت میں مکمل لے لی جائے اَور پکا لیا جائے پکانے سے اُس کے اندر جو خراب اَجزاء ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں جو جراثیم اِدھر اُدھر کے لگ گئے ہوں وہ بھی ختم ہو جاتے ہیں اَور جو تقویت والے یا مفید اَثرات ہیں صرف وہ رہ جاتے ہیں وہ طریقہ یہ چلا آرہا ہے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کا اَور اَحادیث کا یہ اعجاز ہے اَور صحابہ کرام کی انتہائی کوشش ہے یہ کہ جو جملہ زبانِ مبارک سے نکلا ہے وہ اُنہوں نے محفوظ رکھا ہے وہ اُنہوں نے آگے پہنچایا ہے یہ اعجاز ہے رسول اللہ ﷺ کا اَور اللہ کا انعام ہے اَور اُس کی رحمت ہے کہ ہم تک یہ سب اَحکام پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں بھی آپ کا ساتھ نصیب فرمائے آمین۔ اختتامی دُعا...............

دینی مسائل

﴿ مفقود اور غائب کی زوجہ کا حکم ﴾

مفقود یعنی لاپتہ شخص کی زوجہ کا حکم :

جس عورت کا شوہر ایسا لاپتہ ہو گیا ہو کہ اُس کا کچھ اَتہ پتہ نہ ہو اَور عورت کے لیے خرچہ کا اِنتظام نہ ہو سکے یا معصیت کے خوف کی وجہ سے اُس کا بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے تو اُس وقت عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادتِ شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا فلاں شخص سے نکاح ہوا تھا۔ اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اِس معاملہ میں شہرت کی بناء پر بھی شہادت کافی ہے۔ اِس کے بعد گواہوں سے اِس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے۔ بعد اَزاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اَور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید اِنتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر اِن چار سالوں میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو اِس مدت کے ختم ہونے پر مفقود کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ اِس کے بعد عدّتِ وفات یعنی چار ماہ دس دن کی عدّت گزار کر عورت کو دُوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

تنبیہات :

(۱) بہتر ہے کہ چار سال گزرنے پر قاضی کی عدالت سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے۔

(۲) قاضی جو چار سال کی مدّت مقرر کرے گا اُس کی ابتداء اُس وقت سے لی جائے گی جب خود وہ تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزری ہو اُس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

(۳) اگر چار سال کی مزید مدت گزارنے میں عورت کے لیے فتنہ و اِبتلاء ہو اور وہ پہلے ہی ایک عرصہ دراز مفقود کے انتظار میں گزار چکی ہو تو بجائے چار سال کے ایک سال کے بعد بھی تفریق جائز ہے۔

(۴) اگر دُوسرے شوہر سے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آ جائے تو دُوسرا نکاح باطل ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو واپس ملے گی۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عورت کو دُوسرے شوہر سے پورا مہر بھی ملے گا اور اُس کی عدّت بھی گزارنی ہوگی۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم :

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اُس کا معلوم ہو لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بُلاتا ہے نہ اُس کے خرچ وغیرہ کا اِنتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ اِس شخص کی زوجہ کے لیے جو صورت بالاتفاق صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اگر وہ اِس پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ورنہ جب گزارہ اَور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ گنجائش ہے کہ وہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں سے اُس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو خرچہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے خرچہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے خرچہ معاف کیا اور خرچہ سے متعلق باتوں پر حلف بھی اُٹھائے۔ اِس کے بعد اگر کوئی عزیز یا اجنبی اِس کے خرچہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اِس کے پاس دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلالو یا وہیں سے کوئی اِنتظام کرو ورنہ اُس کو طلاق دیدو۔ اور اگر تم نے اِن سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔

اس پر اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے مزید اِنتظار کا حکم دے۔ اِس مدت میں بھی اگر اُس کی شکایت رفع نہ ہوئی تو قاضی اِس عورت کو اُس غائب کی زوجیت سے الگ کر دے۔

اگر غائب کسی دُور دراز ملک میں ہو کہ جہاں آدمی بھیجنے کا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو تو بغیر آدمی بھیجے ہوئے قاضی واقعہ کی تحقیق کرنے کے بعد تفریق کا حکم کر دے، یہ تفریق طلاق رجعی شمار ہوگی۔

تنبیہ : اگر غائب تفریق کیے جانے کے بعد واپس آجائے تو اِس کی دو صورتیں ہیں :

(۱) ایک یہ کہ عدّت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اِس صورت میں اِس کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ (۲) دُوسری صورت یہ ہے کہ عدّت ختم ہونے کے بعد آیا ہو، اِس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اِس کو پیشگی خرچہ دے دیا تھا تو اِس کو ہر حال میں بیوی مل جائے گی اور اگر خاوند نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی ثابت نہ کی تو عورت اُس کو نہ ملے گی کیونکہ عدّت کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

❁ ❁ ❁

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۹/نومبر بعد نمازِ مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی عبدالماجد صاحب کی دعوت پر ''تحفظِ سنت کانفرنس'' میں شرکت کے لیے قصور کے نواح میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضور اَقدس ﷺ کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے کی ترغیب اَور صحابہ کرامؓ کی عظمت کے موضوع پر بیان کیا۔

۱۶/نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مولانا محمد حسن صاحب کی خواہش پر اُن کی ہمشیرہ اَور بیٹی کا نکاح پڑھانے رائیونڈ کے مضافات رسول پورہ تشریف لے گئے۔

۱۰/ذی الحجہ/ ۲۸/نومبر کو جامعہ مدنیہ جدید میں نمازِ عید الاضحیٰ کا آغاز ہوا، والحمدللہ۔

۱۷/ذی الحجہ/ ۵/دسمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد تعلیم شروع ہوگئی۔

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کے ماموں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اپنے صاحبزادے محمد اَنس صاحب کے ہمراہ گذشتہ ماہ دیوبند سے پاکستان تشریف لائے اور ۱۵/دسمبر کو بعد نمازِ مغرب جامعہ جدید کے طلباء سے خطاب فرمایا۔

۱۷/دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس حضرت مولانا محمد حسن صاحب حج سے بخیریت واپس تشریف لے آئے، والحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ سب کا حج اور دُعائیں قبول فرمائے، آمین۔

۱۸/دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولوی عبداللہ صاحب کا نکاح پڑھانے تشریف لے گئے۔

۲۵/دسمبر کو جمعیت علمائے اِسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم بعد نمازِ مغرب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مہتمم صاحب سے اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔

رُودادِ سفر حضرت مہتمم صاحب : (بقلم : شریکِ سفر بھائی اِنعام اللہ، متعلم جامعہ مدنیہ جدید)

۲۰/نومبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جامعہ کے طالب علم بھائی خدا بخش کی

دیرینہ خواہش پر صادق آباد کے لیے سہ پہر تین بجے روانہ ہوئے۔ شریکِ سفر جامعہ کے مدرس قاری محمد زاہد صاحب ، بلبلِ نعت خواں محمد خبیب صاحب اَور احقر اِنعام اللہ اَور میزبان بھائی خدا بخش تھے۔ عشاء کے قریب ہم ملتان پہنچ گئے ملتان پہنچنے پر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مرید چوہدری نذیر صاحب اَور اُن کے دونوں بیٹے منتظر تھے، چوہدری صاحب نابینا ہو چکے ہیں حضرت صاحب کے پہنچنے پر اُن کی خوشی کی اِنتہا نہ رہی ، سادگی اور اپنے اَکابر کی محبت اُن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ، کھانا تناول فرمانے کے بعد حضرت نے اجازت چاہی چونکہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم ختمِ نبوت کے دفتر میں رات کے قیام کا اِنتظام فرما چکے تھے۔ تقریبًا رات بارہ بجے کے قریب ختمِ نبوت کے دفتر پہنچ گئے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم نے اپنے رُفقاء کے ہمراہ حضرت کا گیٹ پر استقبال کیا، بعد اَزاں حضرت سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے فورًا لیٹ گئے۔ بعد نمازِ فجر ناشتے پر بیٹھ کر دونوں حضرات نے مختلف اُمور پر گفتگو کی ، ناشتے کے بعد حضرتِ اقدس اپنے میزبانوں سے اجازت لے کر خانپور کے لیے روانہ ہوئے۔

راستہ میں ہم فیروزہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ اچانک حضرت نے بڑے حضرت صاحبؒ کے خلیفہ حضرت مولانا حامد علی شاہ صاحبؒ کے بارے میں پوچھا کہ اُن کے بارے میں معلوم کریں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دُکانوں سے پوچھتے پوچھتے معلوم ہوا کہ بازار کے پیچھے کی طرف مدرسہ مدینۃ العلوم اُن کے دو بیٹے چلا رہے ہیں۔ جب ہم مدینۃ العلوم پہنچے تو حضرت مولانا حامد علی شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا سجاد علی شاہ صاحب اَور اُن کے بڑے بھائی سے مدرسے میں ملاقات ہوئی۔ تعارف کے بعد اُنہوں نے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا، دونوں بھائیوں نے حضرت صاحب کی اُن کے یہاں تشریف آوری پر دِلی شکریہ اَدا کیا۔ بعدازاں ہم نے سفر جاری رکھا۔

خانپور پہنچنے پر حضرت درخواستی صاحبؒ کے داماد مولانا عبدالسمیع صاحب مدظلہم حضرت کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر دین پور کے لیے روانہ ہوئے ، دین پور میں مولانا میاں مسعود احمد صاحب مدظلہم سے ملاقات ہوئی بعد اَزاں واپسی پر مولانا عبدالسمیع صاحب کے ہمراہ دین پور شریف کے قبرستان میں حاضری دی ، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولانا عبدالسمیع صاحب اپنے گھر لے گئے جہاں حضرت نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ بعد اَزاں مولانا محمد قاسم صاحب نے حضرت سے ملاقات کی۔ بعد نمازِ عصر مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا

عبدالسمیع صاحب اور مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ کے فرزند سے اجازت لے کر اگلی منزل کے لیے روانہ ہوئے۔

رحیم یار خان میں واقع مدرسہ عثمانیہ تشریف لے گئے ، بعد اَز نمازِ مغرب مولانا فتح اللہ صاحب اور مولانا اللہ بخش صاحب نے ملاقات کی جبکہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہم خود سفر پر گئے ہوئے تھے۔ مدرسہ والے حضرت کو جامعہ عثمانیہ میں نئی تعمیر ہونے والی مسجد کی طرف لے گئے جہاں آپ نے مختصر دُعاء پر اکتفاء کر کے اجازت چاہی ، شمس العلوم والوں کے کافی انتظار کی وجہ سے حضرت زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکے ، عشاء کے قریب ہم جامعہ شمس العلوم پہنچے۔ حضرت مولانا شریف اللہ صاحب مدظلہم کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل اللہ صاحب استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ مولانا خلیل اللہ صاحب اپنے مہمان کو گھر لے گئے۔ شوگر کی بیماری کی وجہ سے حضرت مولانا شریف اللہ صاحب مدظلہم کافی ضعیف ہو چکے ہیں۔ بعد نمازِ عشاء ساڑھے آٹھ بجے کے قریب مولانا خلیل اللہ صاحب سے اجازت لے کر صادق آباد کے لیے روانہ ہوئے۔

ہمارے جامعہ میں پڑھے ہوئے مولانا ندیم صاحب اور قاری سلیم صاحب لبِ سڑک منتظر تھے جونہی ہم صادق آباد پہنچے اُنہوں نے حضرت کو نقشبندیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت محمد اِدریس صاحبؒ کے مزار پر لے گئے۔ حضرت نے مزار پر حاضری دے کر فاتحہ خوانی کی ، دن بھر ملاقاتیں ، لگاتار سفر کے باوجود حضرت صاحب اپنے میزبانوں کی فرمائش کو نظر اَنداز نہیں فرماتے تھے۔ مولانا ندیم صاحب حضرت کو اپنے نئے تعمیر ہونے والے مدرسہ میں دُعاء کروانے کے لیے لے گئے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے حضرت صاحب نے دُعاء پر اکتفاء کیا اَور آگے روانہ ہو گئے۔

رات دس بجے کے قریب سنجر پور کے نزدیک بندور عباسیاں پہنچے ، شریکِ سفر بھائی خدا بخش صاحب کے بھائی حافظ سلمان صاحب پہلے سے کھانے کا انتظام کر چکے تھے۔ اگلے روز علاقے والوں کو جب حضرت کی آمد کی خبر ہوئی تو ناشتے کے فوراً بعد آنا شروع ہو گئے۔ عصر کے قریب حضرت کو جلسہ گاہ میں لے گئے جہاں حضرت نے اپنے بیان میں '' ھُدٰی '' کے لفظ کی تشریح کی۔ فرمایا ھُدٰی چھوٹا سا لفظ ہے روز سنتے ہیں لیکن یہ اِتنی بڑی نعمت ہے ایسا انمول تحفہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں دے سکتا۔ رسول کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ '' ھُدٰی '' رُوحانی اَور معنوی نعمت ہے مادی نہیں۔ جلسے کے اختتام پر بھائی حافظ

سلمان صاحب سے اجازت لے کر جامعہ مدنیہ جدید کے سابق طالب علم عبداللہ لغاری کی دعوت پر رات ساڑھے آٹھ بجے اُن کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب کی گھر تشریف آوری پر بھائی عبداللہ صاحب کے والد سردار یوسف خان صاحب لغاری اور ان کے چچا آصف خان صاحب لغاری اور بہنوئی مولانا حماد صاحب لغاری نے خوش آمدید کہا۔ رات کا کھانا تناول فرما کر حضرت صاحب معمولات کے بعد لیٹ گئے۔

اگلے روز بعد نمازِ فجر قاری زاہد صاحب کے بار بار اِصرار کی وجہ سے حضرت اُن کے گاؤں چندمنٹ کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر صادق آباد مشہور بھونگ مسجد دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ مشہور ہے کہ اس مسجد کے اندر نقش و نگار سونے کے کیے گئے ہیں رئیس غازی نے اس مسجد کی بنیاد 1932ء میں رکھی اور تکمیل 1982ء میں ہوئی۔ بھونگ مسجد سے واپسی پر ہم دوبارہ بھائی عبداللہ صاحب لغاری کے ہاں آگئے ناشتہ تیار تھا ناشتے کے بعد بھائی عبداللہ صاحب لغاری اور مفتی حماد صاحب لغاری حضرت صاحب کو اپنے مدرسے میں لے گئے جہاں حضرت نے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کہ جو عمل میں پیچھے رہ گیا تو اُس کو اُس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ہے، جو بھی ہمارا مرتبہ ہے وہ دین سے وابستہ ہے برادری قبیلہ سے نہیں نیز غلبہ کے لیے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے کو ملامت کرتے رہنا رہیے۔ بیان کے بعد بھائی عبداللہ صاحب اور مدرسین سے اجازت لے کر میلسی کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بہاولپور چوک پر مولانا بلال محمود صاحب لغاری نے بھی حضرت سے ملاقات کی۔ جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم حافظ سعید صاحب اپنے شہر میلسی میں ختمِ نبوت کے نام سے جلسے کا پروگرام بنایا تھا اور حضرت صاحب کو بھی مدعو کیا تھا۔ عصر کے قریب جلسہ گاہ میں پہنچ کر حضرت نے پہلے حاضرینِ جلسہ سے وقت پر نہ پہنچنے کی معذرت کی اور بیان میں فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے ماں باپ اپنے بچوں اَور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔ بعد اَزاں نمازِ عصر جلسہ گاہ میں اَدا کی۔ بعد نمازِ مغرب تعلیم القرآن والوں کی خواہش پر تھوڑی دیر کے لیے اِن کے مدرسہ میں تشریف لے گئے۔

دورانِ سفر شریکِ سفر بلبل نعت خواں بھائی محمد خبیب صاحب نعتیں سنا کر ہماری سفر کی تھکاوٹ دُور کردیتے۔ رات آٹھ بجے کے قریب میلسی سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اور رات تین بجے بخیریت وعافیت جامعہ مدنیہ جدید پہنچ گئے، والحمدللہ۔ ✡ ✡ ✡

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ - 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 36152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)